وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔



مجالسِ معرفت

(TWENTY DISCOURSES ABOUT PURIFICATION OF SOUL)

(جلد دوم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)



تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

❁ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

❁ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدر آبادی مدظلہ

مجالسِ معرفت (جلددوم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

(Twenty Discourses About Purification Of Soul)

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ، وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (البقرۃ:۱۰۵)

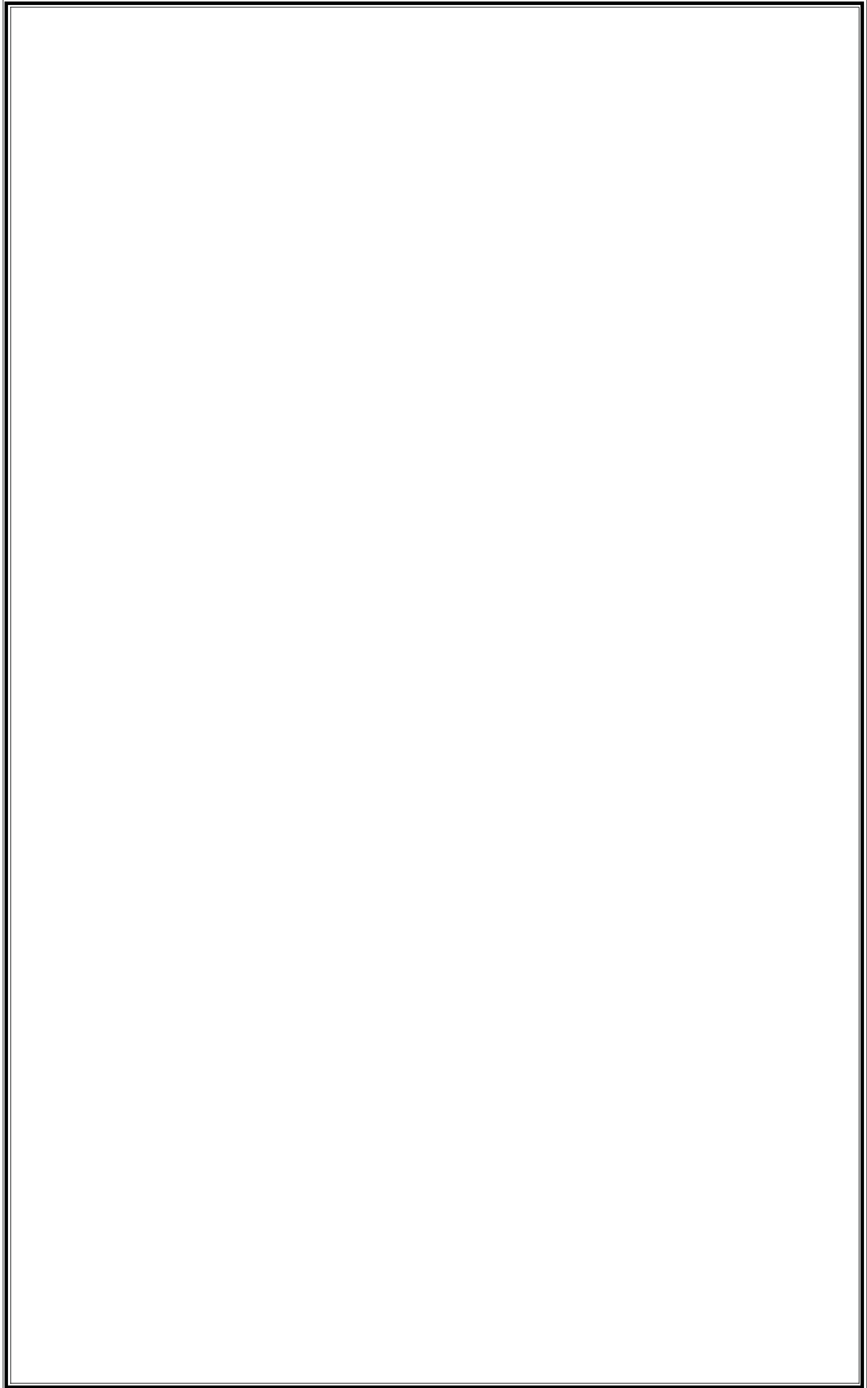
ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اوراللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

۱) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

۲) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدرآبادی مدظلہ



باسمہٖ تعالیٰ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نامِ کتاب	:	مجالس معرفت (جلد دوم)
نام مؤلف	:	ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت	:	سنہ ۲۰۱۸ء مطابق سنہ ۱۴۴۰ھ
طباعت	:	
کمپوزنگ	:	محمد انس شیخ
		8147837988
بار اوّل	:	1000
ناشر اور ملنے کا پتہ	:	خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی،
		جامع مسجد روڈ، وجئے پور۔ کرناٹک۔
		فون نمبر: 7019429104

مفکرِ اسلام حضرت مولا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چند باکمال مریدین جو دوسرے مشائخ کے مجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسی مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) موسیٰ مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی و

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۶) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجا پوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب بیجا پور۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ حال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

خانقاہِ قادریہ بیجاپور میں گذشتہ دس سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے بیانات کی ایک جلد ''مجالسِ معرفت (جلدِ اول)'' کے نام سے آپ کے سامنے مارچ ۲۰۱۸ء میں پیش کی گئی ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے مختصر عرصہ میں مجالسِ معرفت (جلد دوم) پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس کے محرک میرے عزیز ومخلص رفیق جناب محمد اقبال انعمدار صاحب (وظیفہ یاب نائب پرنسپل انجمن جونیئر کالج بیجاپور) ہیں۔ آپ نے شروع ہی سے تمام بیانات، دروس قرآن واحادیث اور خطباتِ جمعہ کو رکارڈ کرنے کا نہ صرف اہتمام فرمایا بلکہ تمام چیزوں کو محفوظ رکھا ہے تاکہ ان کو تحریری شکل دی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرح خیر وعافیت سے رکھے اور بہترین جزاعطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب کے مسودہ کی تصحیح عزیزم قاری محمد صدیق مرزا صاحب اشاعتی مدظلہ (ناظم جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن، جامعہ نگر سائی پارک، وجۓ پور) نے جس باریک بینی سے انجام دی ہے یہ ناچیز دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمل میں مزید

زیادتی اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

ناچیز کے ایک کرم فرما جناب ڈاکٹر ظہیر الدین قریشی صاحب (پروفیسر انجمن ڈگری کالج بیجاپور، ایچ او ڈی ڈپارٹمنٹ آف کیمسٹری) ہیں جو بڑی خوش دلی اور مستعدی کے ساتھ ناچیز کے تحریرات کی تصحیح کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی آپ نے یہ خدمت انجام دی ہے جس کے لئے ناچیز موصوف کا مشکور ہے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب کے تبصرہ کے لئے ناچیز نے ہماری ریاست کی بلکہ ملک کی عظیم دینی اور علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی مدظلہ العالی (بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور) کو زحمت دی۔ ناچیز حضرتِ والا کا ممنون و مشکور ہے کہ حضرت نے اپنی مصروفیات کے باوجود کتاب کو پڑھ کر ایک وقیع تبصرہ رقم فرمایا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

ابتدائے تعارف ہی سے حضرت مولانا مفتی سبیل احمد صاحب مدظلہ اس ناچیز پر نہایت مشفق اور مہربان رہے ہیں۔ ناچیز کے تعلق سے حضرت نے جو لکھا ہے یہ ان کا حسنِ ظن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس قابل بنائے اور مفتی صاحب کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ اس ناچیز نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کا خود ترجمہ کرنے کے بجائے مستند تراجم سے نقل کر دیا ہے۔ لفظی ترجمہ

کے بجائے مطلب خیز ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ اکثر سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' اور حضرت تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' سے اور احادیثِ نبوی کا ترجمہ شرح مشکوٰۃ ''مظاہرِ حق'' سے لیا ہے۔ قارئین کے ذہن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بیانات کو تحریری شکل دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بیانات کو ناچیز کے لئے اجرِ آخرت کا ذریعہ اور قارئین کے لئے معرفتِ دین کا ذریعہ بنائے۔ نیز باری تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ دیگر بیانات کو بھی کتابی شکل میں پیش کرنے کی سہولتیں فراہم کرے۔ آمین ثم آمین۔

الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر سید محمود قادری

باسمہٖ تعالیٰ

تبصرہ

از: جناب ڈاکٹر ظہیرالدین قریشی صاحب

(پروفیسر انجمن ڈگری کالج بیجاپور، ایچ او ڈی ڈپارٹمنٹ آف کیمسٹری)

بیجاپور کی مردم خیز زمین یوں تو ان گنت اولیاء کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور رہتی دنیا تک یہ مٹی اسلام کی سر بلندی کو قائم رکھنے والے علماء کی آماجگاہ بنتی رہے گی۔ پر آشوب اور شورش کے اس دور میں صحیح عقیدہ کی تبلیغ نہایت ضروری ہے ورنہ مسلمان مسلکی انتشار کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پئے در پئے نئے ادیان اسلام کا چولہ اوڑھے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کے لئے ہمہ جہتی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسے میں ایک شخصیت ڈاکٹر سید محمود قادری کی شکل میں ابھر کر سامنے آتی ہے اور ان باطل ادیان اور مسالک کا قلع قمع کرنے کے لئے ہر گھڑی کوشاں رہتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب یوں تو مریضوں کے ڈاکٹر ہیں لیکن آپ نے لوگوں کے عقیدوں کا علاج کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ درسِ قرآن، درسِ حدیث آپ کے روزمرہ کے معمولات میں سے ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو راہِ ہدایت پر لانے کی ہمہ وقت کوشش ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی شخصیت ایک ہی نظر میں اربابِ حلقہ کو

گرویدگی اور شیفتگی کے منتہیٰ تک پہنچا کر عظمت وتقدس کے دائرہ میں داخل کرواتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی چونکہ علاج ومعالجہ میں سرکاری ملازمت میں گزری اور جو وقت ان مصروفیات کے بعد ملتا تو اسے آپ نے درسِ قرآن، درسِ حدیث اور جمعہ کے خطبات میں لگایا۔ وظیفۂ حسنِ خدمت پر علیحدہ ہوئے تو اپنی ذہنی وفکری کمالات کا اظہار تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر پر صرف کرنا شروع کیا۔ آپ نے قرآن وحدیث کو تحقیق ومطالعہ کا موضوع بنایا۔ اب جو پیشِ نظر کتاب چنندہ مضامین پر مشتمل ہے، انہوں نے متفرق اور پیچیدہ مضامین کو سہل بنا کر عام مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کا انتظام کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اسلام کو ایک کامل ہمہ گیر نظام، اجتماع وتمدن کے طور پر پیش کرتے ہیں جو کسی وقت منجمد اور ساکن نہیں ہوتا بلکہ متحرک رہتا ہے۔ ان کے تمام تسامحات، تنقیدات اور نقد ونظر کے باوجود اعلیٰ معیار، پسندیدہ اور روح پرور جہات سے وابستہ ہیں اور اہلِ علم کی نظر میں موقر ومعتبر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو عربی زبان پر عبور کے علاوہ اردو زبان کی فصاحت وبلاغت، تحریر وتقریر میں پوری قدرت ومہارت، ادبی پیرائے میں مافی الضمیر کی ادائیگی پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ ان کی تحریروں کے اندر ایسی سلاست، روانی، بے ساختگی اور جملوں میں ایسا ربط وانسجام نظر آتا ہے جیسا کہ سمندر کی لہریں یکے بعد دیگرے دوسرے میں ضم ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی موجودہ تحریروں میں ادبی لطافت، فنی ندرت،

زبان و بیان کی رعنائی، اسلوب کی نیرنگی، تشبیہات و تمثیلات کے بروقت و برمحل استعمال سے جملوں میں جو جان پیدا ہوتی ہے، قاری الفاظ و تراکیب کے حسن و انتخاب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

باسمہٖ تعالیٰ

تقریظ

از: حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی مدظلہ العالی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم امابعد!

زیرِ نظر ''مجالسِ معرفت حصہ دوم'' صاحبِ مجالس ڈاکٹر محمود قادری صاحب نے ازراہ محبت احقر کے پاس اس لیے ارسال کی تھی کہ بندہ اس پر نظر ڈال کر اس پر اپنے خیالات قلم بند کردے؛ مگر میں نے خود کو اس قابل نہیں سمجھا کہ ان مجالس پر کوئی رائے زنی کروں؛ سوائے اس کے کہ دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ ان مجالس و صاحبِ مجالس سے لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع نصیب کرے اور ان کی افادیت کو بڑھائے۔

بندہ محتاجِ دعا ہے، اہلِ خیر سے اس کے لیے درخواست گزار ہوں۔

فقط

دستخط حضرتِ والا

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

۱۰- صفر المظفر - ۱۴۴۰ھ

باسمہٖ تعالیٰ

تاثرات

از: حضرت مولانا مفتی سبیل احمد صاحب مدظلہ

(خلیفۂ فقیہِ امت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ)

صدر جمیعۃ العلماء ہند۔ تمل ناڈو، رکن شوریٰ مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

نمونۂ اسلاف، مشفق ومکرم جناب ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب دامت برکاتہم ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن پر ازاول تا حال اکابر کی صحبت اورنظرِ کرم کی سعادت حاصل ہے۔ اکابرِ ثلاثہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، محی السنہ حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ اور شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم کی نظروں نے اس جسمانی طبیب کو روحانی طبیب بنادیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کسبی علوم کے علاوہ وھبی علوم بھی عطا کرتے ہیں جس کی زندہ مثال حضرت ڈاکٹر قادری صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ چنانچہ تقریباً چالیس سالوں سے تاریخی شہر بیجاپور کی مختلف مساجد میں دینی مجالس اور دروس کا عظیم الشان سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ بحمداللہ یہ مجالس مرتب ہوکر خواص وعامۃ الناس کے لئے روحانی تربیت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ انہی کی یہ مجالس ہیں جن کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے

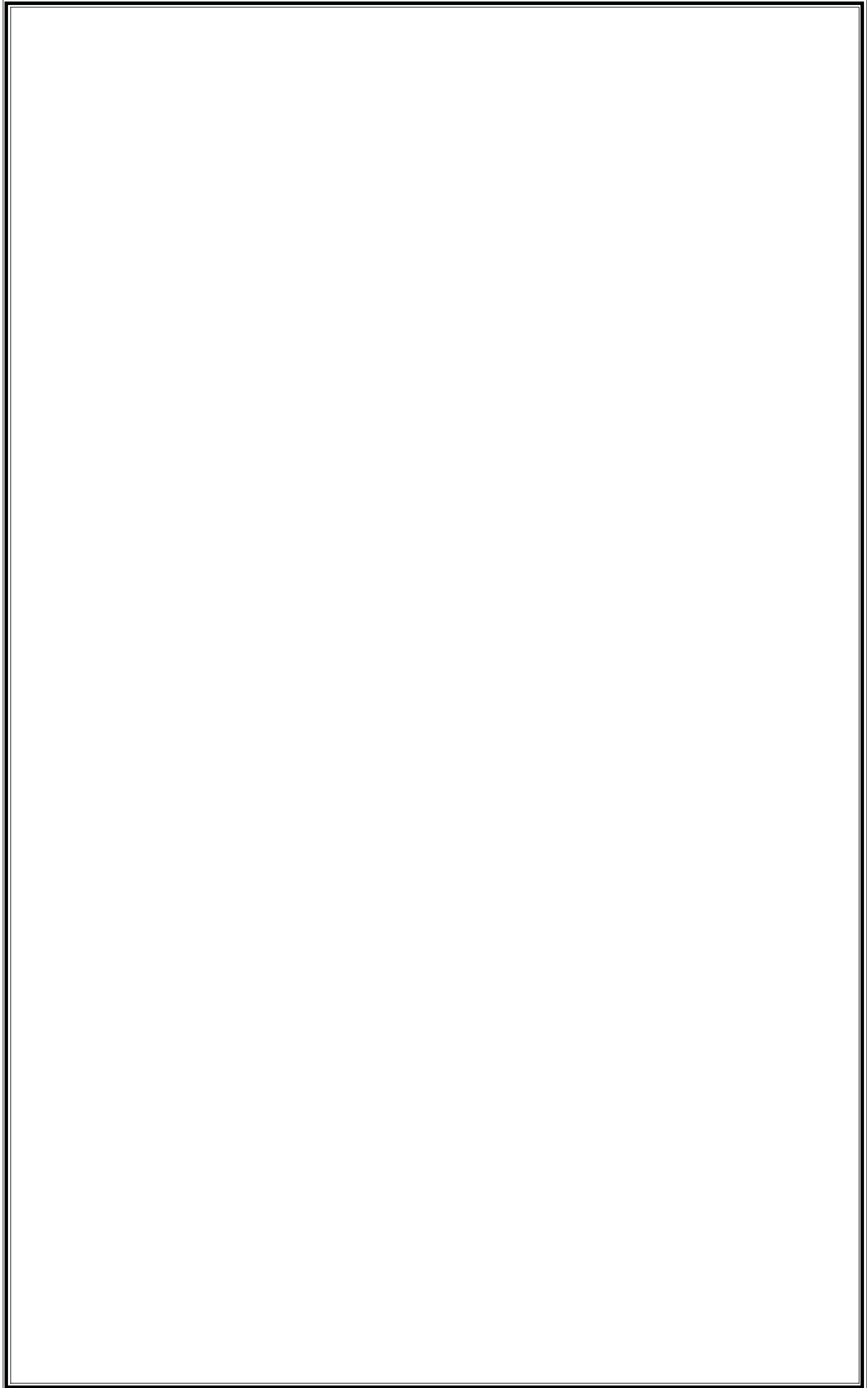
''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' دل سے نکلی ہوئی باتیں دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ قارئین خود ہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ کلام مجید کی آیت ''کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' کے سلسلۃ الذھب میں ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کا یقیناً شمار ہے۔ اکابرین کے ملفوظات، مواعظ، مجالس سے لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز حضرت ڈاکٹر صاحب کے یہ مجالس بھی ذریعۂ ہدایت اور نجات ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ درازئ عمر عطا فرمائے۔ آپ کے فیوض سے امت کو مستفیض رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والسلام

سبیل احمد غفرلہ

(یکے از خدامِ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

فہرست مضامین



باسمہٖ تعالیٰ

(۱) جلسۂ اجراءِ کتب سے ڈاکٹر قادری صاحب کا تاریخی خطاب

(مورخہ ۵ مارچ ۲۰۱۸ء بروزِ پیر، بمقام جامعہ مسجد بیجاپور)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین۔

محترم حاضرین آپ سب جانتے ہیں کہ یہ جلسہ ناچیز کی تالیفات کے اجراء کے سلسلہ میں منعقد کیا جارہا ہے اور ہم نے حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔ دراصل حضرت کو یہاں مدعو کرنا مقصود تھا، ورنہ کتابوں کا اجراء ایک بہانہ ہی ہے۔

تقریباً ۲ سال قبل میری کتاب ''توفیقِ ایزدی'' کا اجراء ہوا تھا اور آج ۴ کتابیں ۱) ایمان اور کفر ۲) چالیس اصلاحی مقالات ۳) الاربعینات ۴) مجالسِ معرفت (جلد اول) پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ہی یہ کام ہوا اور ہورہا ہے۔ میرا رُواں رُواں اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز ہے۔ نہ میرے پاس زبان ہے اور نہ الفاظ کہ میں اللہ تعالیٰ کا کما حقہٗ شکر ادا کرسکوں۔ وللہ دَرُّہٗ ما قال السعدیؒ الشیرازیؒ۔

از دست و زبان کہ برآید کہ عہدۂ شکرش بدر آید

(کس کی زبان اور ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا فریضہ ادا ہوسکتا ہے؟)

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اےؑ اللہ آپ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں تو ان کی شکر گزاری کس طرح کی جائے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ اےؑ موسیٰ تمہارا یہ اعتراف اور احساس کہ یہ نعمتیں میری عطا کردہ ہیں، یہی شکر گزاری ہے۔

اس شکر گزاری کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ میں اپنے معاونین کا شکریہ ادا کروں۔ بحکمِ رسولِ اکرم ﷺ وَمَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ یعنی جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ اپنے متوسلین میں محترم رفیق جناب محمد اقبال صاحب انعمدار، شیخ ببلو، جناب ڈاکٹر ظہیر الدین قریشی صاحب، محمد انس وغیرہ۔۔۔۔ وقت کی تنگی کے باعث سب کے نام گنا ناممکن نہیں ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ بہرحال جن لوگوں نے دامے درمے قدمے سخنے اس کام میں تعاون کیا ہے ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ تمام حضرات کا بھی میں ممنون و مشکور ہوں کہ آپ میری دعوت کو قبول کر کے یہاں تشریف لائے اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

توفیقِ الٰہی کا راز:

اب جو بات میں کہنے جا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اس توفیقِ الٰہی کا راز کیا ہے؟

ایں راز ہست کہ معلومِ عوام ہست۔ یہ راز تو اکثر دعا کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے اور اکثر علمائے کرام اس سے واقف ہوں گے۔ وہ حضرت علیؓ سے منقول ''دعائے حفظِ قرآن'' ہے۔ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے مختصرً اعرض کئے دیتا ہوں۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ مجلسِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے تھے کہ حضرت علیؓ آئے اور اپنے حافظہ کی شکایت کرنے لگے ''یارسول اللہ قرآن کی آیات میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہتیں جو سیکھتا ہوں وہ یاد نہیں رہتا'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن میں تمہیں ایسی دعا کیوں نہ سکھاؤں جس کو پڑھ کر تم بھی فائدہ اٹھاؤ اور وہ بھی جس کو تم یہ دعا سکھاؤ اور جو بھی تم پڑھو وہ تمہارے دل میں جم جائے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ایسی دعا تو ضرور سکھائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اس میں چار رکعت نماز پڑھو، پہلی رکعت میں سورۂ یٰس، دوسری رکعت میں سورۂ دخان، تیسری رکعت میں الم سجدہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ ملک پڑھو اور نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی اچھے انداز میں حمد وثنا بیان کرو اور پھر مجھ پر اور تمام انبیاءؑ پر بہتر طریقہ پر درود وسلام بھیجو اور تمہارے وہ ایمان والے بھائی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے لئے استغفار کرو اور پھر یہ دعا پڑھو؛ ۳، ۵ یا ۷ جمعہ کی رات برابر یہ دعا پڑھو خدا کے حکم سے یہ دعا تیر بہدف ثابت ہوگی اس ذات کی قسم جس نے مجھے دینِ حق دے کر بھیجا ہے مومن کی یہ دعا کبھی خالی نہیں جاتی۔

مکمل دعا اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کے لئے کافی وقت چاہیئے، میں صرف

دعا کے شروع کے چند فقروں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

(پوری دعا اور اس کا ترجمہ مضمون کے آخر میں پیش کیا گیا ہے)

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَا اَبْقَیْتَنِیْ

ترجمہ: اے اللہ تو مجھ پر ایسا رحم کر کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو جائے۔

وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَالَا یَعْنِیْنِیْ

ترجمہ: اور مجھ پر تو ایسا رحم کر کہ مجھے تمام بے کار باتوں اور کاموں سے بچنے کی توفیق ہو جائے۔

وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظْرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ

ترجمہ: اور تو مجھے ایسی اچھی بصیرت عطا فرما کہ میں تجھے علم وعمل سے راضی کر سکوں۔

آگے دعا میں اللہ تعالیٰ کے صفات ''اے اللہ آسمان وزمین کے ایجاد کرنے والے، عظمت وجلال والے اور ایسی عزت کے مالک جس کے مقابلہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اے اللہ اے رحمٰن تیری عظمت اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح کہ تو نے مجھے اپنی کتاب سکھائی ہے اسی طرح کتاب کے الفاظ کو میرے دل پر جما دے۔۔۔۔

یہ اس دعا کا کرشمہ ہے کہ ناچیز کو بآسانی قرآن اور احادیث یاد ہو گئے۔ میں اکثر حفاظ سے یہ پوچھتا تھا کہ آپ نے کس طرح قرآن حفظ کیا ہے؟ شاذ ونادر ہی

حفاظ یہ بتاتے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی حفظِ قرآن کی دعا پر عمل کر کے حفظ کیا ہے مگر جب انہیں قرآن یاد ہو گیا تو پھر انہوں نے اس نماز اور اس دعا کو چھوڑ دیا!

الحمدللہ کہ ناچیز ۱۹۷۵ء سے آج تک اس نماز اور دعا کا اہتمام کر رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ مرتے دم تک اہتمام کرنے کا ارادہ ہے۔ یہی میرے دینی علوم پر عبور حاصل کرنے کا راز ہے۔ اس دعا کے پہلے تین فقرہ جو میں نے آپ کو سنائے ہیں میرے نزدیک بہت اہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے کسی بندہ کو زندگی بھر گناہوں سے بچائے اور اسے بیکار باتوں اور کاموں سے بچائے اور اسے ایسی صحیح فکر اور طرزِ عمل کی توفیق دے جس سے وہ خود راضی ہو جائے، اس سے بڑھ کر کسی بندہ کی کیا سعادت ہو سکتی ہے؟ الحمدللہ ثم الحمدللہ اس ناچیز کو اس نماز اور دعا کی بدولت یہ چیز حاصل ہے۔ دینی حلقوں میں مختلف اعمال و اشغال کی پابندی نظر آتی ہے مگر شاید ہی کوئی ایسا ہو گا جس نے اس نماز اور دعا کو اپنا معمول بنایا ہو۔

حفظِ قرآن کی دعا کے ساتھ نبی ﷺ کی تلقین کردہ ''فہمِ قرآن'' کی دعا کا بھی الحمدللہ اس ناچیز کا معمول ہے۔ (مضمون کے آخر میں یہ دعا بھی مع ترجمہ کے دی گئی ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ پانچ یا سات جمعراتیں ہی گزری ہوں گی کہ اسی طرح پھر ایک روز حضرت علیؓ نبی ﷺ کی مجلس میں آئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ! پہلے میں چار آیتیں یاد کرتا لیکن جب دہراتا تو ذہن سے نکل

جاتیں اور اب یہ حال ہے کہ میں چالیس چالیس آیتیں یاد کرتا ہوں اور جب پڑھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کتاب اللہ میرے سامنے کھلی ہوئی رکھی ہے، اسی طرح میں ایک حدیث سنتا اور جب دہرانے کی کوشش کرتا تو بھول جاتا اور اب یہ حال ہے کہ میں کتنی ہی حدیثیں سنتا ہوں اور جب دہراتا ہوں تو ایک حرف کی بھی غلطی نہیں ہوتی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! ابوالحسن (علیؓ) واقعی مومن ہیں۔

شاید یہ اس دعا کی تاثیر ہی ہوگی کہ اس ناچیز کو اصلاحی تعلق قائم کرنے کے لئے عالمِ اسلام کی عظیم ترین شخصیتیں ملیں۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے طالبِ علمی کے زمانہ سے ہی اصلاحی تعلق رہا اور یہ تعلق آپ کے وصال تک قائم رہا پھر آپ کے وصال کے بعد محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے تعلق قائم ہوا جو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے آخری خلیفہ تھے۔ اس وقت میری ملازمت کا زمانہ تھا۔ میں نے چار مرتبہ رخصت لے کر آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ سے بھی ربط و تعلق رہا اور اخیر میں حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم نے اس ناچیز کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حضرات جن کے نام میں لے رہا ہوں صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی عظیم شخصیتیں ہیں۔ بلاشبہ یہ اپنے زمانہ

کے رازیؒ، غزالیؒ، جنیدؒ و شبلیؒ ہیں۔ میری اس بات کی تصدیق محترم مولانا محمد عبدالقوی صاحب فرمائیں گے۔

پیغام:

میری ان چار تالیفات کا مختصر تعارف یہ ہے:

۱) ایک کتاب کا موضوع ''ایمان اور کفر'' ہے، جو سب سے اہم موضوع ہے۔ ایمان پر ہی ہدایت اور نجات کا دارومدار ہے، میں اپنے ایمان والے بھائیوں اور بہنوں سے گزارش کرتا ہوں کہ ضرور اس کتاب کو پڑھیں۔

۲) دوسری کتاب ''چالیس اصلاحی مقالات'' ہے، ان مقالات کے ذریعہ میں نے دین کا صحیح اور جامع تصور پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۳) تیسری کتاب ''الاربعینات'' ہے، جس میں اخلاصِ نیت کے متعلق ۴۰ احادیث، جنت میں داخلہ کے متعلق ۴۰ احادیث اور دوزخ میں داخلہ سے متعلق ۴۰ احادیث ہیں۔

۴) چوتھی کتاب ''مجالسِ معرفت (جلدِ اول)'' ہے، جس میں تزکیۂ نفس کے متعلق اہم باتیں آگئی ہیں اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ خانقاہ میں مجالس معرفت کا جو سلسلہ جاری ہے انہیں مجالس کی یہ جلدِ اول ہے اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ آئندہ جلدوں میں پیش کیا جائے گا۔

ان تالیفات کے ذریعہ میں کوئی نئی بات اور نیا پیغام دینے نہیں جا رہا ہوں۔

میں صرف اور صرف وہی بات کہنے اور یاد دلانے جا رہا ہوں جو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتُ رَسُوْلِهٖ (موطا)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے بطریق ارسال یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑی ہیں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔

مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب ہماری زندگی کے تمام امور، عقائد وافکار، عبادات، معاشرت، معاملات، سیاسی، سماجی اور کسی شخص کی ذاتی اصلاح ہو یا قوم وملک کی اصلاح سب امور کو کتاب وسنت کے مطابق انجام دیا جائے۔ ہم نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا ہی نہیں، چھوڑ پکڑ کرتے رہتے ہیں، کبھی پکڑا کبھی چھوڑا، کبھی خواہشات کی پیروی کی کبھی رسم ورواج کے مطابق عمل کرتے رہے، کبھی باپ دادا کے طریقوں سے چمٹے رہے اور کبھی جدید طریقوں کو اختیار کر کے کتاب وسنت کو پس پشت ڈال دیا یہی ہماری گمراہی کی اصل وجہ ہے۔ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی حرکت وسکون کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو۔

دوسری بات، امت جس اختلاف، انتشار، تفرقہ اور فتنوں کا شکار ہے، جس سے آپ سب اچھی طرح واقف ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے بچنے کا کیا طریقہ ارشاد فرمایا تھا؟

۱) عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (احمد، ابوداود، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف چہرۂ انور کیا اور ہمیں خوب نصیحت ارشاد فرمائی کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل کانپنے لگے۔ پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ نصیحت گویا رخصت ہونے والے کی وصیت کی طرح ہے کچھ اور بھی ارشاد فرما دیجئے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تاکید کرتا ہوں اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی اور اپنے امیر کی سننے اور اطاعت کرنے کی چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس لازم پکڑو

میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو نیک رو اور ہدایت یافتہ تھے۔ ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے بھی پکڑے رہو اور دانتوں سے بھی اور بچو تم نئی باتوں سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِىْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ حَذْ وَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّه' عَلَانِيَةً لَّكَانَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِىَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ دور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا، جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر ان (بنی اسرائیل) کا کوئی شخص اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کے لئے آیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جو یہ کام کر گزرے گا۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔

میرا یہی پیغام ہے کہ ہمارے سارے مسائل کا حل علمی طور پر کتاب اللہ اور

سنت رسول ﷺ کی روشنی میں تلاش کیا جائے اور عملی طور پر یہ دیکھا جائے کہ اللہ کے رسول کا اسوہ کیا تھا صحابہ کرامؓ نے کیا کیا۔ میں نے یہ جلسہ اپنی بزرگی یا بڑائی کے اظہار کے لئے منعقد نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتانے کے لئے منعقد کیا ہے کہ میری توفیقِ الٰہی کا راز کیا ہے اور اور میرے پیغام کا خلاصہ کیا ہے جو میں آپ کو گذشتہ ۴۰، ۴۵ سال سے دے رہا ہوں۔ اتنا کہہ کر میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

دعائے حفظِ قرآن

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظْرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَالُکَ یَا اَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَالُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ تو مجھ پر ایسا رحم کر کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو جائے اور مجھ پر تو ایسا رحم کر کہ مجھے تمام بے کار باتوں اور کاموں

سے بچنے کی توفیق ہو جائے اور تو مجھے ایسی اچھی بصیرت عطا فرما کہ میں تجھے علم و عمل سے راضی کرسکوں، اے اللہ زمین و آسمان کے بے مثال پیدا کرنے والے، اے عظمت و بزرگی والے اور اس غلبہ کے مالک جس کے مقابلہ میں آنے کا ارادہ ہی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنا کلام پاک مجھے سکھایا اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل میں چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اسے اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جائے۔ اے اللہ زمین و آسمان کے بے مثال پیدا کرنے والے، اے عظمت و بزرگی والے اور اس غلبہ کے مالک جس کے مقابلہ میں آنے کا ارادہ ہی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور فرما دے اور میری زبان کو اس کے پڑھنے میں چلا دے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور فرما دے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کے میل کو دھو دے کیونکہ حق پر تیرے سوا کوئی مدد نہیں کرسکتا اور میرے اس سوال کو تیرے سوا کوئی پورا نہیں کرسکتا۔ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر چلنے کی طاقت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو برتر اور عظیم ہے۔

دعائے فہمِ قرآن

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ

عَدْلٌ فِيَّ قَضَآءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَه‘ فِیْ كِتَابِكَ اَوْعَلَّمْتَه‘ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِاسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ بَصَرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، تیرا ہی فیصلہ میرے بارے میں نافذ ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں سراپا عدل ہے، تیرے ہر اس نام کے واسطہ سے جو اپنا نام تو نے خود رکھا یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا یا جسے تو نے اپنے علمِ غیب میں اپنے نزدیک محفوظ فرمایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے رنج کے دور ہونے اور میرے فکر وغم کے ازالہ کا ذریعہ بنادے۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲) وحدۃ الوجود

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ o بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ o هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِيۡمٌ o (الحدید۔۳)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: وہی سب سے اول اور سب سے آخر ہے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

یعنی تمام مخلوقات سے پہلے وہی تھا اور تمام مخلوقات کے بعد وہی رہے گا۔ نہ اس پر عدم سابق طاری ہوا اور نہ عدم لاحق طاری ہوگا۔ جیسا کہ عام مخلوقات دو عدموں کے درمیان ہے سابق میں بھی معدوم تھی اور عدم لاحق کے بعد پھر معدوم ہوگی۔ 'ظاہر' سے مراد وہ ذات ہے جو اپنے ظہور میں ساری چیزوں سے فائق اور برتر ہو اور ظہور چونکہ وجود کی فرع ہے، جب حق تعالیٰ کا وجود سب موجودات پر فائق اور مقدم ہے تو اس کا ظہور بھی سب پر فائق ہے کہ اس سے زیادہ اس عالم میں کوئی چیز ظاہر نہیں کہ اس کی حکمت وقدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ذرہ ذرہ میں نمایاں ہیں، اور 'باطن' اپنی ذات کی کنہ اور حقیقت کے اعتبار سے ہے کہ اس کی حقیقت تک کسی عقل و

خیال کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　　وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
اے بروں از جملہ قال و قیلِ من　　　خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

(اے وہ ذات جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے بالاتر ہے اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا ہے اور ہم نے سنا اور پڑھا ہے، اے وہ ذات جو ہمارے جملہ قیل و قال سے بلند ہے اور میرے سر پر اور میری تمثیل پر خاک)۔

(ملخصًا از معارف القرآن و کشف الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جو اس کی صفتِ تخلیق پر دلالت کرتے ہیں:

۱) الخالقُ۔ پیدا کرنے والا ۲) البارئُ۔ جان ڈالنے والا ۳) المبدئُ۔ پہلی بار پیدا کرنے والا ۴) المعیدُ۔ دوبارہ پیدا کرنے والا ۵) المحی۔ زندگی دینے والا ۶) البدیعُ۔ بے مثال چیزوں کو ایجاد کرنے والا ۷) الفاطر۔ پیدا کرنے والا ۸) الخلاق۔ خالق کا مبالغہ

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جو صفتِ ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں:

۱) الربُ۔ رب کے معنیٰ کسی شئے کو ابتداء سے لے کر انتہاء تک پہنچانے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی رب العالمین ہیں۔ ۲) الرزّاق۔ بہت بڑا روزی دینے والا ۳) الوہّاب۔ سب کچھ عطا کرنے والا ۴) المقیت۔ سب کو روزی اور توانائی دینے والا ۵) الحفیظ۔ سب کی حفاظت کرنے والا ۶) الحسیب۔ سب کی

کفایت کرنے والا ۷) الکریم ۔ بہت کرم کرنے والا ۸) القیوم ۔ سب کو قائم رکھنے والا اور سنبھالنے والا ۹) الصمد ۔ سب کی ضرورتیں پورا کرنے والا ۱۰) المغنی ۔ غنی بنانے والا ۱۱) الوکیل ۔ کارساز ۱۲) النافع والضار ۔ نفع پہونچانے والا اور ضرر پہونچانے والا۔

قرآن کی وہ آیات جو فعلِ تخلیق پر دلالت کرتی ہیں:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی فعلِ تخلیق کو ظاہر کرنے والی آیات سے بھرا ہوا ہے جس کا ایک سرسری جائزہ ہم نے اس طرح لیا ہے۔

۱) خَلَقَ (اس نے پیدا کیا)، یَخْلُقُ (وہ پیدا کر رہا ہے)، خَلَقْتُ (میں نے پیدا کیا)، خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا) والی تقریباً ۱۷۲ آیات ہیں۔ لفظ 'خَلْقَ' (پیدا کرنا) کی تقریباً ۶۰ آیات ہیں۔ لفظ 'خَالِقَ' (پیدا کرنے والا) ۱۰ آیتوں میں آیا ہے اور لفظ 'خَلّاقَ' (جو خالق کا مبالغہ ہے) ۲ آیتوں میں آیا ہے۔ (المعجم المفہرس)

وحدۃ الوجود:

یعنی وجود کا ایک ہونا جس کے ہمارے محقق صوفیائے کرام قائلین ہیں یہ کس معنی اور مفہوم میں ہے؟ وحدۃ الوجود کے سب سے بڑے داعی شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی ہیں جن کی "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" مشہور کتابیں ہیں۔ وحدۃ الوجود دراصل ایک "فلسفہ اور نظریہ" ہے۔ واضح ہو کہ دنیا کا ہر فلسفہ اعتبارات پر مبنی اور موقوف ہوتا ہے۔ حکماء میں یہ قول مُسلَّم ہے "لو لا الاعتبار لبطل الحکمۃ" یعنی

اگر قضایا میں اعتبارات قائم نہ کئے جائیں یا اعتبارات کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو ساری حکمت اور فلسفہ باطل ہو جائے گا۔ فلسفہ میں مقدمات کو پیشِ نظر رکھ کر نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ محض سرسری طور پر الفاظ کو سامنے رکھ کر نتیجہ نکالنے سے غلطی بلکہ گمراہی کا راستہ کھلتا ہے۔

غلط فہمی:

وحدۃ الوجود کا مطلب جن لوگوں نے یہ لے لیا کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہے یہ فلسفہ کے مقدمات سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہے، تو پھر پتھر بھی خدا، جامون بھی خدا، گھوڑا بھی خدا، لیلیٰ بھی خدا، مجنون بھی خدا، میں بھی خدا اور تو بھی خدا! تو پھر ایسی وحدت الوجود کی تعبیر کے غلط ہونے اور زندقہ ہونے میں کیا فرق ہے؟ جن لوگوں نے اس فلسفہ کو صحیح نہیں سمجھا، غلط تعبیروں میں الجھ کر رہ گئے۔ بعض لوگوں نے اس کو سمجھا لیکن اس کی صحیح تعبیر پیش نہیں کر سکے۔ اکثر فارسی اور اردو کے شعراء نے اپنے مضامین میں وحدۃ الوجود کو پیش کرنا اپنی شاعری کا کمال سمجھا لیکن وحدت الوجود کی کُنہ نہ سمجھنے کی وجہ سے ''وحدۃ الوجود'' کے بجائے ''اتحاد الوجود'' کو پیش کر دیا۔ وحدۃ الوجود اور اتحاد الوجود میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وحدت الوجود کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ ''ہمہ اوست'' مگر یہ نہیں کہتے کہ ''ہر ایک اوست'' کیونکہ یہ کلمہ تو کفرِ صریح ہے۔

بعض لوگوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں موجود ہیں۔ مگر

دونوں مل کر ایک ہو گئے ہیں یعنی دونوں کا وجود متحد ہو گیا۔

خدا کائنات میں حلول کر گیا ہے جس طرح شکر پانی میں حلول کر جاتی ہے اسی کو اتحاد الوجود کہتے ہیں جو صریح کفر ہے۔

حلول واتحاد ایں جا محال است   کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

(حلول کرنا اور متحد ہو جانا یہاں ناممکن ہے کیونکہ وحدت میں دوئی صریح گمراہی ہے، کیونکہ کائنات کا کوئی متحد وجود ہی نہیں ہے لہٰذا اتحاد کا تصور ہی محال ہے)

بعض کم فہموں نے یہ سن کر کہ (حقیقتِ) کُلی، موجود فی الخارج نہیں ہے وہ تو اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے تو انہوں نے یہ غلط قیاس کرلیا کہ حق تعالیٰ بھی افرادِ ممکنہ ہی کے ضمن میں پایا جاسکتا ہے اور اس کا وجود افراد کے وجود میں منحصر ہے۔ یہ عقیدہ بھی سراسر الحاد ہے۔

بعض سفہاء نے یہ کہا کہ جب حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور اپنے آپ کو بصورتِ اغیار ظاہر فرمایا تو اس کا مستقل وجود باقی نہ رہا بلکہ تمام ممکنات میں مخفی یا جاری وساری ہو گیا اور اب ممکنات کے علاوہ حق تعالیٰ کا کوئی ذاتی وجود نہیں ہے۔ یہ تلقین بھی سراپا زندقہ ہے۔

وحدۃ الوجود کی تعریف:

لغوی معنی تو یہ ہیں کہ وجود واحد ہے۔ منطقی اصطلاح میں یہ سمجھو کہ وجود جزئی حقیقی ہے کلی مشکک نہیں ہے بالفاظ دیگر، وجود، فردِ واحد میں منحصر ہے۔ تصوف کی

اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ فرش سے لے کر عرش تک ایک وجود باری تعالیٰ کے علاوہ دیگر کوئی ہستی موجود نہیں ہے۔ تمام تعینات عالمِ فرش سے عرش تک خواہ محسوس ہوں خواہ معقول، مثل امواج وحباب، اس بحرِ وجودِ حق سے منتزع ہیں اور اعتبارات اور موہوماتِ محض ہیں بایں طور پر کہ خارج میں ان کے لئے وجود حق کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے۔ جیسے شیخِ اکبر نے کہا ہے: ''الحق محسوس والخلق معقول '' یعنی حق تعالیٰ محسوس ہیں اور جملہ مخلوقات معقول ہیں اور عوام اپنی کم فہمی کے باعث حق کو معقول اور خلق کو محسوس سمجھتے ہیں!

خلاصۂ بحثِ وجود:

(۱) وجودِ حقیقی ناقابلِ تعدد و تکثر ہے۔

(۲) وجودِ حقیقی وجودِ حق پر منحصر ہے۔

(۳) اس کے سوا کوئی شئے حقیقی معنوں میں موجود نہیں ہے۔

(۴) کثرتِ ممکنات (کائنات) فریبِ نظر یا دھوکا نہیں بلکہ جلوۂ وجودِ حق ہے۔

وحدۃ الوجود کی تشریح:

(۱) تصوف اسلامی کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ خالق اور مخلوق میں مغائرت ہے چنانچہ کلمۂ شہادت اس پر دال ہے۔ اگر اللہ اور رسول دونوں ایک ہوتے تو ''فقرہ'' محمد رسول اللہ بالکل بیکار رہوتا۔

(۲) نصوصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد اور احد ہے، واجب الوجود اور

واجب لذاتہ ہے، قدیم ہے، باقی ہے، ہمیشہ سے موجود ہے، عدم سے منزہ ہے، بے چوں و بے چگوں ہے۔ جہت، امکان اور مقدار نہیں رکھتا۔ بے نہایت ہے، ان تمام امور کی صراحت سورۂ اخلاص میں ہے۔

(۳) بندہ ممکن الوجود ہے، فانی ہے، حادث ہے، معدوم فی ذاتہ ہے۔ حق تعالیٰ نے اسے خلعت وجود عطا کیا ہے۔ اس کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے، اس کی ذات حق تعالیٰ کی ذات سے جدا ہے، مقدار اور اندازہ رکھتی ہے جس طرح ذاتِ واجب تعالیٰ ہر قسم کے کمالات سے متصف ہے اسی طرح ذاتِ ممکن ہر طرح کے نقصانات سے ملوث ہے۔

(۴) ذات وصفات وخواص کے اعتبار سے خالق ومخلوق میں غیریت ہے۔ ذاتِ واجب تعالیٰ تو مستقل وجود رکھتی ہے اور ذاتِ ممکن مستقل وجود نہیں رکھتی۔ اس کا وجود واجبِ تعالیٰ کے وجود سے مستفاد ہے۔

(۵) صوفیائے کرام یہ کہتے ہیں کہ جس طرح الوہیت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح وجود میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ شرک کی یہ قسم جو بہت ''اخفیٰ'' ہے عام علماء کی سمجھ سے اوپر ہے۔ صوفیاء کا کہنا یہ ہے کہ ممکن الوجود (مخلوق) کے لئے وجود ثابت کرنا واجب الوجود کے ساتھ شرکت کرنا ہے جو ایک طرح کا شرک ہے۔

(۶) صوفیائے کرام یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ وجود مطلق ہے اس کے علاوہ کسی کو وجودِ حقیقی حاصل نہیں ہے۔ یہ عالم، اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ کا ظل یا عکس یا مظہر ہے

یعنی مخلوقات ، اظلال وعکوس ومظاہر اسماء وصفات ہیں۔ عالم کا وجود ظلی ہے۔
(ملخصاً شرح دیوانِ غالب۔از پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم:

(۱) لا الٰہ الا اللہ میں دو لفظ قابلِ غور ہیں۔۱) الٰہ ۲) اللہ۔اس کلمے کا معنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ساری کائنات میں ایک ہی ہستی الٰہ ہے اور اس کا نام اللہ ہے۔

(۲) جس ہستی کو حکماء اپنی اصطلاح میں واجب الوجود کہتے ہیں قرآن اسے اپنی اصطلاح میں الٰہ سے تعبیر کرتا ہے اور اس کا نام اللہ رکھتا ہے۔

(۳) اللہ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں ہے۔

(۴) واجب الوجود اس کو کہتے ہیں جو از خود موجود ہو۔جس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو۔جس کا وجود خانہ زاد ہو یعنی جسے کسی غیر نے وجود نہ عطا کیا ہو اور جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور جس کا وجود مستقل بالذات اور حقیقی ہو۔

(۵) واجب کا وجود ذاتی ہوتا ہے اس لئے اس کے کمالات بھی ذاتی ہوں گے یعنی وہ غنی ہوگا اسے کسی غیر کی احتیاج نہیں ہوگی۔

(۶) واجب الوجود میں وحدت ہوگی، ذات، حقیقت، وجود، تعین، شخص سب ایک دوسرے کا عین ہوں گے ان میں کوئی مغائرت نہیں ہوگی۔

(۷) واجب الوجود بتقاضۂ ذات، قادرِ مطلق، خیرِ مطلق، عالم الغیب والشہادۃ، ہمہ جا حاضر وناظر، فعّال لما یرید، علی کل شیءٍ شھید، صاحبِ مشیت کاملہ

اور مطلقہ، صاحبِ اقتدارِ کامل و مطلق، جواد، کریم، غفور، رحیم، علیم بالذاتِ الصدور، خالق، صانع، مبدع، فاطر، رب، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین، رزاق، باسط، حاکم اور حکیم علی الاطلاق ہوتا ہے۔

حکماء نے واجب الوجود کے لئے جو صفات بیان کی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قرآن انہیں صفات کو ثابت کرتا ہے اور احادیثِ رسول ﷺ میں بھی کسی قدر وضاحت کے ساتھ یہ صفات بیان کئے گئے ہیں۔ چند ہی آیات اور احادیث پیش کی جارہی ہیں:

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز سب کی حاجت پوری کرنے والا ہے۔ نہ کسی کو جنا ہے اور نہ کسی سے جنا گیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

(۲) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (البقرہ۔۲۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اس پر نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

کچھ زمین میں ہے سب اسی کی مِلک ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے بعد ہونے والا ہے وہ سب جانتا ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی شئے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر ہاں جس قدر وہ خود چاہے۔ اس کا تختِ حکومت سب آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر اور بزرگ تر ہے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُo (الفاطر۔۱۵)

ترجمہ: اے انسانو تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور سب خوبیوں کا مالک ہے۔

(۴) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُo (الحج۔۶۲)

ترجمہ: وہ اس لئے کہ اللہ کی ذات ہی حق ہے اور اللہ کے سوا جو لوگ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں اور اللہ ہی سب سے عالیشان اور بڑا ہے۔

(۵) قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُo (الرعد۔۱۶)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

اب اس موضوع کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْمَسْجِدِ وَرُجُلٌ یُصَلِّی فَقَالَ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَسْئَلُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَادُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وَاِذَاسُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی

(ترمذی، ابوداود، نسائی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی دعا میں عرض کیا: ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے، کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے، زمین وآسمان کا بے مثال پیدا فرمانے والا ہے، میں تجھ ہی سے مانگتا ہوں اے ذوالجلال والاکرام! اے حیّ وقیوم!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس بندے نے اللہ کے اس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب خدا سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔

(۲) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَفَاتِحَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ، الٓمّٓO اَللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُO (ترمذی، ابوداود، الدارمی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے: وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (اور تمہارا معبودِ حقیقی تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ بے انتہاء مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ الٓمّٓ o اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ o (الٓمّٓ۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے)

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَلِمَاتُ الْفَرَجِ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (کنز العمال۔۳۴۲۳)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی ان کلمات کو پڑھے گا اس کی مصیبت دور ہوگی:

ا) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو بڑے حلم والا اور کرم والا ہے)

ب) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا عالیشان اور عظمت والا ہے)

ج) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو ساتوں آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک ہے)

(۴) عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ الَّذِیْ دَعَا بِھَا وَھُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہٗ

(احمد، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابو وقاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذوالنون (اللہ کے پیغمبر یونسؑ) جب سمندر کی ایک مچھلی کا لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں پہونچ گئے تھے تو اس وقت اللہ کے حضور میں ان کی دعا اور پکار یہ تھی: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (میرے مولا تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں)، جو بندہ بھی اپنے کسی معاملہ میں ان کلمات کے ذریعہ سے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا کو قبول کریں گے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا كَرَبَنِیْ اَمْرٌ اِلَّا تَمَثَّلَ لِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ: قُلْ تَوَكَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّہٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْہُ تَكْبِیْرًا۔ (کنزالعمال۔۳۴۲۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی امر نے مجھے پریشان کیا تو جبریلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آپ ان کلمات کو کہا کریں آپ کی پریشانی دور ہوگی "میں نے اس ذات پر بھروسہ

کیا جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آتی، ساری تعریف اس ذات کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ وہ عاجز اور بے کس ہے کہ اس کا کوئی مددگار رہو آپ اس کی خوب بڑائی بیان کیجئے‘‘۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ کی رائے:

جاننا چاہیئے کہ وحدت الوجود کا قائل ہونا اس طور پر کہ احکامِ شرع کے خلاف نہ ہو عین ایمان واسلام ہے۔اس میں کفر کا شائبہ بھی نہیں ہے یعنی تمام موجودات کو مظاہرِ حق جانے اور یہ سمجھے کہ وجود ایک ہے (یعنی وجود صرف اللہ کے لئے ثابت ہے) لیکن وجود کے ہر مرتبہ کے لئے جداگانہ حکم ہے۔مثلاً وجود بعض مراتب میں عبدیت کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب میں الوہیت کے ساتھ، بعض مراتب میں حرام کے ساتھ اور بعض مراتب میں حلال کے ساتھ، بعض مراتب میں طاہر کے ساتھ موصوف ہے اور بعض مراتب میں نجس کے ساتھ، یعنی وجود کے مراتب میں خلط نہ کرے اور یہ عقیدہ رکھے:

ہر مرتبہ از وجود حکم دارد   گر حفظ مراتب نکنی، زندیقی

(وجود کا ہر مرتبہ اپنا ایک حکم رکھتا ہے اگر حفظِ مراتب نہ کرے گا تو زندیق ہو جائے گا)

(ترجمہ فتاوائے عزیزیہ جلد دوم: صفحہ نمبر ۲۴۰)

مسلکِ شیخِ اکبرؒ اور مجدد الف ثانیؒ:

شیخِ اکبرؒ نے اپنی تصنیف فتوحاتِ مکیہ میں وجود کی جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ

یہ ہے:

۱) وجودِ حقیقی نا قابل تعدد وتکثر ہے۔

۲) وجودِ حقیقی، وجودِ حق پر منحصر ہے۔

۳) اس کے سوا کوئی چیز حقیقی معنی میں موجود نہیں ہے۔

۴) کثرتِ ممکنات (کائنات) فریبِ نظر، دھوکہ نہیں بلکہ جلوۂ حق ہے۔

مجدد الف ثانیؒ مکتوبِ اول جلد ثانی میں فرماتے ہیں:

۱) وجود صرف واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) ہی کے لئے ثابت ہے۔

۲) واجب کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور شئے پر وجود کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

۳) ممکن کی ماہیت عدم ہے۔

۴) ممکن کے لئے وجود کو ثابت کرنا اور خیر وکمال کو اس سے منسوب کرنا دراصل ممکن کو واجب کی ملک اور اس کے ملک میں شریک کرنا ہے۔

۵) اگر ممکن کو موجود تسلیم کرلیا جائے تو شرک فی الوجود لازم آجائے گا۔

۶) اگر علمائے ظاہر اس نکتہ سے آگاہ ہوتے تو ممکن کے لئے کبھی وجود ثابت نہ کرتے۔

نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ شیخِ اکبرؒ کا نظریہ وحدۃ الوجود اور امامِ ربانی الف ثانیؒ کا نظریہ وحدۃ الشہود دونوں نتیجہ کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ جس چیز کو شیخِ اکبرؒ نے فلسفیانہ انداز سے پیش کیا ہے اسی کو امامِ ربانیؒ نے دوسرے انداز سے پیش کیا ہے۔

وحدۃ الوجود کا صوفیائے کرام پر اثر:

وحدۃ الوجود صوفیائے کرام کے لئے ایک فلسفہ اور نظریہ سے بڑھ کر ایک وجدانی عقیدہ بن گیا۔ نہ صرف دل و دماغ پر بلکہ حواس اور مشاعر پر اس طرح مستولی ہوا کہ ان سے وہ کلمات صادر ہوئے جو عوام الناس کے لئے فتنہ بن سکتے ہیں۔ حسین ابنِ منصور حلّاج کا دعوی انا الحق کہنا، حضرت بایزید بسطامی کا سبحانی ما اعظم الشانی کہنا اسی قبیل سے ہے۔

واقعہ ابنِ منصور:

اصل نام حسین ابنِ منصور ہے اور حلّاج لقب ہے۔ ایک نداف سے دوستی تھی۔ ایک دن دھننے کے لئے روئی زیادہ ہوگئی تو وہ پریشان تھا۔ اتفاق سے آپ تشریف لائے، اس سے پوچھنے پر کہا کہ کپڑے بھرائی کے لئے بہت آ گئے ہیں اس قدر روئی دھنکنا مشکل ہے اس لئے پریشان ہوں۔ آپ نے ایک نظر روئی کے ڈھیر کی طرف ڈالی تمام روئی خود دھنکی گئی۔ ان کی زبان سے حالتِ سُکر میں انا الحق (میں خدا ہوں) نکلنے لگا۔ ایک وزیر ان کا کسی وجہ سے دشمن ہوگیا تھا، اس نے علماء سے ان کے قول پر فتوی طلب کیا۔ علماء نے سوال کے مطابق فتوی دیا۔ ان پر بھی کوئی الزام نہیں ہے، چنانچہ ان کو پھانسی دی گئی۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

چوں قلم در دست غدارے فتاد لا جرم منصور بر دارے فتاد

(قلم جب کسی غدار کے ہاتھ میں ہوگا بلا شک منصور سولی پر چڑھا دیا جائے گا)

واقعہ حضرت بایزید بسطامیؒ:

حضرت بایزید بسطامیؒ سے حالتِ سکر میں سبحانی ما اعظم الشانی (میں خدا ہوں میری بہت بڑی شان ہے) نکلتا تھا۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا اگر میں ایسا کہتا ہوں تو واقعی کفر ہے اگر اب ایسا کہوں تو مجھے قتل کر دینا۔ وہ نہ دکاندار شیخ تھے اور نہ ان کے مرید مداہن کہ شیخ کی کوئی بات خلافِ شریعت دیکھ کر خاموش رہتے۔ غرض مریدوں نے چھریاں تیار کرلیں، شیخ پر جب سکر کی حالت طاری ہوگئی تو سبحانی ما اعظم الشانی نکلنے لگا چاروں طرف سے مریدوں نے چھریاں مارنا شروع کر دیا اب یہ ہوا کہ مریدین جس مقام پر شیخ کے جسم پر چھری مارتے انہیں کہ جسم پر لوٹ کر لگ جاتی۔ تمام مریدین زخمی ہوگئے۔ شیخ کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ سب زخمی تڑپ رہے ہیں۔ دریافت کیا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا حضرت اچھی تدبیر بتلائی ہم کو تو ہلاک کیا ہوتا اور سب قصہ بیان کیا۔ فرمایا اگر یہ بات ہے تو یہ بات میں نہیں کہتا کوئی اور کہتا ہے جس پر حملے کا اثر نہیں ہوتا۔

دونوں واقعات کی توجیہ:

حضرت موسیٰؑ جس وقت اپنی بیوی کو لے کر چلے، کوہ طور کے قریب منزل پر ٹھہرے اور آگ کی ضرورت ہوئی تو ایک درخت پر آگ نظر آئی۔ آپ آگ لینے کے لئے گئے تو درخت سے آواز آئی کہ ان یموسی انی انا الله رب العالمین

(اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں ساری کائنات کا پروردگار۔سورۂ قصص۔۳۰) تو کیا وہ ندا درخت کی تھی ؟ کیا وہ درخت خدا بن گیا تھا؟ سو جب ایسی آواز درخت میں پیدا ہوسکتی ہے تو اگر منصور اور بایزید میں پیدا ہو جائے جو درخت سے زیادہ مظہر ہیں تو اس میں استبعاد کیا ہے؟ (الاضافات الایومیہ۔حضرت تھانویؒ)

صاحبِ حال مجبور اور معذور ہوتا ہے۔صاحبِ حال مقتداء نہیں بن سکتا کہ اس کی پیروی کی جائے۔دین میں اعمال مقصود ہوتے ہیں، کیفیات مقصود نہیں ہوتیں گو محمود ہوسکتی ہیں۔صاحبِ حال کی ترقی رک جاتی ہے۔صحابہ کرامؓ میں ایسی مثالیں نادر ہی پیش آئیں کیونکہ وہ قوی القلب تھے۔حضرت حنظلہؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے پوچھا کہ حنظلہ کیا حال ہے؟ تو حضرت حنظلہؓ نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا تو ابوبکر صدیقؓ نے تعجب سے کہا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟ تو حنظلہؓ نے کہا کہ جب ہم حضور ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جب جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، جب ہم آپ ﷺ سے الگ ہوکر بیوی بچوں اور زمین کے معاملات میں لگ جاتے ہیں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ ایسا معاملہ تو ہم کو بھی پیش آتا ہے۔ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت حنظلہؓ اپنا حال پیش کرکے کہتے ہیں کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کہ اس ذات

کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمہاری ہمیشہ ایسی ہی کیفیت رہے تو فرشتے تم کو بستروں اور راستوں پر مل کر مصافحہ کیا کریں گے۔ اے حنظلہ ساعۃً ساعۃً تین مرتبہ فرمایا یعنی ایسی کیفیت ہمیشہ کے لئے مطلوب نہیں ہے، کبھی کبھی ہوتی ہے۔

اس طرح حضرت ابوذرؓ کے زہد کا بھی یہی حال تھا۔ اپنے لئے تو درکنار دوسروں کے پاس بھی کسی طرح کا مال جمع ہونا دیکھ نہیں سکتے تھے جس کی وجہ سے عام صحابہؓ میں الجھن پیش آنے لگی۔ یہ حضرت عثمانؓ کا دور تھا جب کہ فتوحات کی کثرت اور دولت کی ریل پیل تھی۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ شہر کے باہر جا کر قیام کریں۔ حکم کی تعمیل میں آپ نے شہر کے باہر ربذہ میں قیام کیا اور وہیں آپؓ کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بعض اہلِ سلوک کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے اتنی وضاحت اور تفصیل بیان کرنی پڑی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے لے کر اب تک کے تمام اکابر علمائے ربانی وحدۃ الوجود (وحدۃ الشہود) کے قائلین رہے ہیں۔ اللّٰھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳) سماع

(۱) اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ٥ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ٥ وَاِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَى الرَّسُوۡلِ تَرٰۤى اَعۡيُنَهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ٥ (المائدہ۔۸۳)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اور یہ لوگ جب اس کلام کو سنتے ہیں جو اس رسول پر نازل کیا گیا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور وہ بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

(۲) اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ٥ (الانفال۔۰۲)

ترجمہ: ایمان والے تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر پوری طرح بھروسہ کرتے ہیں۔

(۳) وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡهَا صُمًّا وَّعُمۡیَانًا○

(الفرقان۔۷۳)

ترجمہ: (رحمٰن کے بندے) وہ ہوتے ہیں جب انہیں ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع:

(۱) عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ قَالَ لِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ "اِقۡرَأۡ عَلَیَّ" فَقُلۡتُ یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ اَقۡرَأُ عَلَیۡكَ وَعَلَیۡكَ اُنۡزِلَ قَالَ "نَعَمۡ اِنِّیۡ اُحِبُّ اَنۡ اَسۡمَعَهٗ مِنۡ غَیۡرِیۡ" فَقَرَأۡتُ سُوۡرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی اَتَیۡتُ اِلٰی هٰذِهِ الۡاٰیَةِ (فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِیۡدًا) فَقَالَ "حَسۡبُكَ الۡاٰنِ" فَاِذَا عَیۡنَاهُ تَذۡرِفَانِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے سامنے قرآن پڑھو تو میں نے کہا کہ آپ پر ہی قرآن نازل ہوا ہے تو کیا آپ ہی کو سناؤں؟ فرمایا ہاں میں دوسروں سے قرآن کو سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ میں فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِیۡدًا (بھلا اس وقت لوگوں کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ کی حیثیت سے کھڑے ہونا پڑے گا) تک پہونچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بس اب تیرے لئے کافی ہے پس میں نے دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

(۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ اَبَا مُوْسٰی یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ: کَاَنَّ صَوْتُ ھٰذَا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کا قرآن سن کر ارشاد فرمایا کہ انہیں داود علیہ السلام کی خوش آوازی دی گئی ہے۔

کسی رات اللہ کے رسول ﷺ اشعری قبیلے کے لوگوں پر سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ ابوموسیٰ اشعریؓ کی قرأت بہت دیر تک سن کر محظوظ ہوتے رہے۔ صبح ابوموسیٰ اشعریؓ کو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ ان کی قرأت سے حظ اٹھا رہے تھے تو کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تو میں اور بھی اچھا پڑھتا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا اشعار سننا:

(۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِیْهِ اَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ بَیْتٍ (مسلم)

ترجمہ: عمرو بن شریدؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تجھے امیہ بن ابوصلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے کہا ہاں مجھے یاد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا

تو پڑھ تو میں نے ایک بیت پڑھی تو آپ نے فرمایا اور پڑھ میں نے اور پڑھی پھر آپ نے فرمایا اور پڑھ یہاں تک کہ میں نے سو بیت آپ کو سنائے۔

فائدہ: امیہ بن ابوصلت قبیلۂ ثقیف کا ایک شاعر تھا جو اہلِ کتاب سے دین سیکھتا تھا اور حکمت اور دینداری کی باتیں اپنے اشعار میں پیش کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں جان کر از راہِ حسد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر گیا۔ اشعار کا سننا جس میں علم و حکمت ہو سنت ہے اگر چہ کہنے والا کافر اور فاسق ہو۔

(۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَادٍ یُقَالُ لَہٗ اَنْجَشَۃُ وَکَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَہٗ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم رُوَیْدَكَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ قَالَ قَتَادَۃُ یَعْنِیْ ضَعَفَۃَ النِّسَاءِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حُدی (خوش آوازی سے گانا جس سے اونٹ گرم اور مست ہو جاتے ہیں اور تیز چلنے لگتے ہیں) کہنے والا تھا جس کا نام انجشہ تھا جو بڑا خوش آواز تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انجشہ اونٹوں کو آہستہ سے ہانک اور شیشوں کو مت توڑ۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیشوں سے مراد ضعیف عورتیں ہیں۔

(۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل

میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو پیدا کرتی ہے۔

(۴) عَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَمِعَ مِذْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ یَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَیْهِ مِنْ اُذُنَیْهِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ سَمِعَ صَوْتَ یَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ کُنْتُ اِذْذَاکَ صَغِیْرًا

(احمد، ابوداود)

ترجمہ: حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابنِ عمرؓ کے ساتھ کسی راستے میں تھا حضرت ابنِ عمرؓ نے بانسری کی آواز سنی اور اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ہٹ کر دور ہونے کے بعد مجھ سے پوچھا کیا اب کچھ آواز آرہی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کانوں سے انگلیاں نکالیں اور بیان کیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی تو ایسا ہی کیا جیسا میں نے اس وقت کیا۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔

(۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لِحَسَّانٍ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا یَزَالُ یُؤَیِّدُکَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانٌ فَشَفٰی وَاشْتَفٰی (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسانؓ سے یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کفار اور مشرکین کا مقابلہ کرتے رہتے ہو حضرت جبریلؑ تمہاری مدد کرتے رہتے ہیں اور فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسانؓ نے کفار کی ہجو (اشعار میں ان کی برائی کا ذکر کرنا) کی تو اس سے مسلمانوں کو شفاء (دل کے غیظ سے) ہوئی اور خود انہوں نے بھی شفاء پائی۔

سماعِ قرآن کے متعلق حضرت سلطان الاولیاءؒ کا فرمان اور معمول:

سماع کے معنی سننا اور وجد کے معنی پانا، کیف و حال محسوس کرنے کے ہیں۔ سماع کے قائلین صوفیائے کرام میں چشتیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ قرآن مجید کا ذوق، اس کے حفظ کا اہتمام، اس کے تلاوت کی کثرت مشائخِ چشت کی خصوصی اور قدیم روایت ہے۔ خواجۂ بزرگ معین الدین چشتیؒ سے لے کر حضرت خواجہ نظام الدینؒ تک سب کے یہاں قرآن مجید کا خصوصی ذوق اور شغف ملتا ہے اور ہر ایک نے اپنے خلفاء اور مریدین کو حفظِ قرآن اور اشتغال قرآن کی تاکید کی ہے۔

امیر حسن علاء سنجری جب حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے متعلق ہو گئے گو بوڑھے تھے آپ نے انہیں حفظِ قرآن کی تاکید کی۔ امیر ''فوائد الفوائد'' میں فرماتے ہیں: ''بارہا آں مخدوم کی مبارک زبان سے میں نے یہ الفاظ سنے ہیں کہ چاہئے کہ قرآن کا پڑھنا شعر پڑھنے پر غالب آجائے۔'' جب انہوں نے ایک تہائی قرآن حفظ کر لیا تو خواجہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: ''تھوڑا تھوڑا یاد کیا کرو اور اگلا یاد کیا

ہوا دہراتے رہو۔“

مولانا بدر الدین اسحٰقؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد حضرت خواجہؒ کی کفالت و پرورش میں تھے۔ ان کو بھی قرآن مجید یاد کرایا، خواجہ محمد بڑے اچھے حافظ وخوش الحان تھے، ان کو آپ نے نماز کا امام بنایا تھا، ان کی قرأت سے آپ بڑے محظوظ ہوتے اور آپ کو ان کی قرأت سن کر بڑی رقت اور ذوق آتا۔ ان کے دوسرے بھائی خواجہ موسیٰ بھی حافظ وقاری تھے۔ معمول تھا کہ جب دسترخوان پر بیٹھتے تو پہلے خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ کچھ قرآن شریف پڑھتے اس کو ”دعائے مائدہ“ کہتے تھے۔ اس کے بعد کھانا شروع ہوتا، اپنے نواسوں (خواہرزادہ کے صاحبزادگان) خواجہ رفیع الدین وغیرہ کو بھی قرآن حفظ کرایا تھا خود بھی نوافل میں قرآن شریف پڑھتے اور خاص خُدّام سے بھی دریافت کرتے کہ ان کا کیا معمول ہے؟

حضرت سلطان الاولیاءؒ کا عارفانہ کلام سننا:

مشائخِ چشت کی خصوصیات تمام صوفیائے کرام میں عشقِ الٰہی کی نعمت خداداد ہے۔ محبتِ الٰہی کی یہی حرارت اور تپش تھی جس کی تسکین کا ایک ذریعہ سماع یعنی عارفانہ اور عاشقانہ اشعار کا سننا تھا۔ اس سے قلب کو اپنی آنچیں نکالنے اور آنسوؤں کے چھینٹوں سے اس کی گرمی کو کم کرنے کا موقع ملتا۔ مجاہدات سے تھکا ہوا جسم، نفی کی چوٹ کھایا ہوا دماغ غذا اور تازگی حاصل کرتے۔ حضرت خواجہؒ نے اپنی زبانِ مبارک سے سماع کی یہی حکمت بیان کی ہے: ”سماع مریدینِ صادقین اور اہلِ عقیدت اور

اصحابِ ریاضت کا کام ہے، جب طبیعت اور جسم پوری چوٹ کھا جائے تو ان کا حق ہے (کہ سماع سے قوت وتازگی حاصل کریں) حدیث میں آتا ہے کہ ان لنفسك عليك حقا۔ تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ جب ایک مدت تک نفس سماع کے ذریعے آرام حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کو کام میں لگاتے ہیں۔

(سیر الاولیاء۔ صفحہ نمبر ۱۹۸)

ایک بزرگ مولانا کاشانیؒ فرماتے ہیں: ''اصحابِ ریاضت وارباب مجاہدہ کے قلوب ونفوس احوال وکیفیات کثرت سے پیش آنے کی وجہ سے کبھی کبھی اکتا جاتے ہیں اور ان کو تکان وضعف محسوس ہونے لگتا ہے اور ان پر وہ قبض وبسط جو اعمال واحوال میں سستی اور کوتاہی کا باعث ہوتا ہے طاری ہو جاتے ہیں۔ اس بناء پر مشائخِ متاخرین نے اچھی آوازوں، متناسب نغموں اور شوق انگیز اشعار کے سننے کو اس طرح پر کہ حدودِ شرع سے باہر نہ ہوں ایک علاجِ روحانی کے طور پر تجویز کیا ہے۔''

(مصباح الہدایت۔ صفحہ نمبر ۱۸۱، ۱۸۲)

حضرت خواجہ صاحبؒ مزید یہ فرماتے ہیں کہ ''آدمی کو ہر روز حضوری کہاں میسر آتی ہے اگر کسی دن کوئی وقت اچھا ہاتھ آجائے تو اس دن کے تمام متفرق اوقات، اس وقت کی پناہ میں ہوتے ہیں، دیکھو اگر کسی مجمع میں ایک صاحبِ ذوق اور صاحبِ نعمت ہوتا ہے تو تمام حاضرین اس کی پناہ میں ہوتے ہیں۔''

(سیر الاولیاء۔ صفحہ نمبر ۵۲۳)

سلطان الاولیاءؒ کی مزامیر سے نفرت:

سماع حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور وہ مشائخ جو آتشِ محبت کے حاملین ہیں، ان کی تسکین کا سامان، قوت وغذا، رقت وحضوری کا ذریعہ تھا۔ جس کو وہ حضرات علاجاً وضرورتاً اختیار کرتے تھے اور علاج وضرورت کے بقدر ہی کام لیتے تھے۔ نہ وہ کوئی عبادت، تقرب الی اللہ کا ذریعہ تھا نہ مستقل سلوک اور شب وروز کا مشغلہ تھا۔ اسی کے ساتھ حضرت خواجہ صاحبؒ نے سماع کو تمام خلافِ شرع، منکرات، بدعات اور اسبابِ لہو ولہب سے جو غیر مسلموں کے اثر سے خاص طور سے ہندوستان میں اہلِ ہوا نے یا خام کار صوفیوں نے سماع میں شامل کر لئے تھے خود کو بھی دور رکھا اور متبعین کو ان سے اجتناب کی انتہائی تاکید فرمائی۔ حضرت خواجہؒ مزامیر (آلاتِ غنا اور باجے وغیرہ) سے سختی سے منع فرماتے تھے، اور جب کبھی اس بارے میں کسی سے بے احتیاطی کی اطلاع ملتی تو نہایت ناراض ہوتے اور اس بارے میں کسی عذر کو قبول نہ فرماتے۔ سیر الاولیاء میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے:

مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخؒ سے عرض کیا کہ ان دنوں میں بعض حاضر باش درویشوں نے ایک ایسی مجلس میں جس میں چنگ ورباب اور مزامیر تھے شرکت کی اور رقص کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا ''اچھا نہیں کیا یہ خلافِ شرع اور ناپسندیدہ ہے''۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ لوگ جب باہر آئے اور لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا، اس مجلس میں مزامیر تھے، آپ

نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں چلا کہ مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے سن کر فرمایا کہ ''یہ جواب کچھ بھی نہیں، یہ بات تو ہر معصیت کے متعلق کی جا سکتی ہے۔''

حضرت خواجہ صاحبؒ مزامیر کی ممانعت میں بڑی شدت اور مبالغہ فرماتے تھے۔ فرمایا:

جب عورت کو نماز میں امام کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے دستک دیتے وقت اس کی ممانعت ہے کہ ہتھیلی پر ہتھیلی ماری جائے کہ اس سے تالی کی آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ لہو ہے۔ جب لہو ولعب سے اتنا پرہیز آیا ہے تو سماع میں بطریقِ اولیٰ مزامیر کی ممانعت ہونی چاہئیے۔ (سیر الاولیاء۔ صفحہ نمبر ۵۲۲)

سماع کے اقسام اور آداب:

حضرت خواجہ صاحبؒ نے سماع کے درجہ ذیل اقسام اور آداب بیان فرمائے ہیں:

سماع کی چار قسمیں ہیں: ۱) حلال، ۲) حرام، ۳) مکروہ، ۴) مباح۔ اگر صاحبِ وجد کا میلان محبوبِ حقیقی کی طرف ہو تو سماع مباح ہے، اگر محبوبِ مجازی کی طرف زیادہ ہے تو مکروہ ہے، اگر محبوبِ مجازی کی طرف میلانِ کلی ہے تو حرام ہے، اگر محبوبِ حقیقی کی طرف میلانِ کلی ہے تو حلال ہے۔ پس جس کو سماع کا ذوق ہے اس کو یہ چاہئیے کہ وہ ان چاروں درجوں کو جانتا ہو۔ سماعِ مباح کے لئے چند

چیزیں چاہئیے:

۱) مُسمع (سنانے والا)

۲) مُستمع (سننے والا)

۳) مَسموع (جو کچھ پڑھا اور سنا جا رہا ہے)

۴) آلۂ سماع (ذریعہ)

مُسمع کے لئے شرط ہے کہ وہ پورے عمر کا آدمی ہو، کم سن نہ ہو عورت نہ ہو۔ (بعض اکابر نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ شریعت کا علم رکھنے والا پوری طرح پابندِ شریعت ہو اور بے ریش نہ ہو)۔ مستمع کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ سن رہا ہے وہ یادِ حق سے خالی نہ ہو۔ مسموع کے لئے شرط ہے کہ وہ بے حیائی اور ہنسی مذاق کا کلام نہ ہو۔ آلۂ سماع سے مراد مزامیر ہیں جیسے چنگ ورباب وغیرہ کہ درمیان میں نہ ہوں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے وصال کا واقعہ:

حضرت کی عمر ۵۰ سال سے کچھ اوپر ہوئی تھی کہ عشق ومحبتِ الٰہی کی آگ جس کو انہوں نے صبر وضبط کے فانوس میں مقید اور ہدایت وتربیتِ خلق کی مصلحت سے مغلوب کر رکھا تھا بھڑک اٹھی اور جذبۂ الٰہی کا غلبہ ہوا۔

صدائے تیغ تو آمد ببزم زندہ دلاں　　کدام سر کہ درو ذوق ایں سرور نہ ماند

ایک مرتبہ شیخ علی سجزی کی خانقاہ میں مجلسِ سماع گرم تھی قوال نے درجہ ذیل شعر پڑھا:

کشتگا نِ خنجرِ تسلیم را   ہرزماں ازغیب جانِ دیگراست

(تسلیم ورضا کے خنجر سے جولوگ مارے گئے ہیں انہیں ہرلمحہ غیب سے ایک نئی زندگی ملتی ہے)

خواجہ قطب الدینؒ پر وجد طاری ہوگیا، خانقاہ سے قیام گاہ پرتشریف لائے وہی مدہوشی اور تحیر کا عالم تھا، اسی شعر کی بار بار فرمائش تھی۔فرمائش کی تعمیل کی جاتی تھی، چار شبانہ روز عالمِ تحیر میں رہے،لیکن جب نماز کا وقت آجاتا ہوش آجاتا،نماز ادا کرتے پھراسی شعر کی فرمائش کرتے۔شعر پڑھا جاتا اور عالمِ تحیر میں چلے جاتے۔ پانچویں رات کوانتقال کیا۔یہ واقعہ ۶۳۳ھ کا ہے۔رحم اللہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ دائمۃ۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کواپنے ذکر، اپنے شکراوراپنی حسنِ عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴) نفسِ امارہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌo

(یوسف۔۵۴)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں قرار دیتا۔ بے شک نفس تو بری باتوں کا ہی حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

آیت کا شانِ نزول اور قصۂ حضرت یوسفؑ:

مذکورہ آیت کی اہمیت سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ الفاظ کس ذاتِ گرامی کی زبانِ مبارک سے نکلے اور کن حالات میں نکلے۔ یہ وہ ذاتِ گرامی ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْکَرِیْمُ بْنُ الْکَرِیْمِ بْنُ الْکَرِیْمِ بْنُ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاھِیْمَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بزرگ وہ ہیں جن کے باپ بزرگ ہیں جن کے دادا بزرگ ہیں جن کے پردادا بزرگ ہیں یعنی حضرت یوسفؑ جو حضرت یعقوبؑ کے بیٹے ہیں جو حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ہیں۔

۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهُ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِیَارُكُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُكُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذْ فَقُهُوْا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہیں جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کر رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگ یوسفؑ ہیں جو خود اللہ کے نبی ہیں ان کے باپ اللہ کے نبی ہیں ان کے دادا اللہ کے نبی ہیں ان کے پردادا اللہ کے خلیل ہیں تو انہوں نے کہا ہم ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم عرب کی ذاتوں کے بارے میں سوال کر رہے ہو تو

انہوں نے کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں جاہلیت میں جو لوگ بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر ہوں گے بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔

حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں حُسنِ خَلق اور حُسنِ خُلق میں ممتاز تھے جس کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ والد کی اس محبت کی وجہ سے بھائیوں میں حسد پیدا ہوا۔ بھائیوں نے اپنے باپ سے اصرار کر کے حضرت یوسفؑ کو کھیلنے کودنے کے لئے جنگل لے کر گئے اور ایک کنویں میں ڈال دیا۔ آپ کے پیرہن پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر باپ سے آ کر یہ کہہ دیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا لیا۔ ایک قافلہ جو وہاں سے گزر رہا تھا اس نے کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ اس میں بیٹھ کر آ گئے۔ قافلے والوں نے دیکھا تو کہا کہ ہماری خوش قسمتی کہ ایسی قیمتی چیز ہمارے ہاتھ آ گئی اور آپؑ کو لے جا کر عزیزِ مصر (وزیرِ اعظم) کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب آپ جوان ہو گئے تو عزیزِ مصر کی بیوی آپؑ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک دن اس نے سب دروازے بند کر کے آپؑ کو مجبور کیا، آپؑ دروازہ کی طرف بھاگ نکلے تو دروازہ کھل گیا اور وہاں عزیزِ مصر موجود تھا۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے آپؑ پر جھوٹا الزام لگایا۔ عزیزِ مصر نے قرائن سے معلوم کر لیا کہ یہ سب اس کی بیوی کی حرکتیں ہیں۔ اس واقعہ کی اطلاع امراء کی عورتوں کو ہو گئی تو وہ عزیزِ مصر کی بیوی پر طعنے کسنے لگیں۔ اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس نے امراء کی عورتوں کی دعوت کی اور چھری کانٹے سے کھانے کی چیزیں

سامنے رکھ دیں اور حضرت یوسفؑ سے کہا کہ تھوڑا سا منے سے گزر جائیں۔ امراء کی عورتیں آپ کے حسن و جمال سے ششدر رہ گئیں اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ یہ کوئی آدمی نہیں بلکہ بزرگ فرشتہ ہے! امراء کی عورتیں بھی عزیزِ مصر کی بیوی کی ہم نوا بن گئیں۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا کہ اگر یوسف میری بات نہیں مانے گا تو اسے جیل بھیج دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اے اللہ! جس غلط کام کے لئے یہ مجھے مجبور کر رہی ہیں اس کے بدلے میں جیل میں رہنا پسند کرتا ہوں، تو ہی ان کی برائیوں سے مجھے بچا۔ کئی سال آپؑ نے جیل میں گزارے۔ جیل میں رہنے والے قیدی آپؑ کے تقویٰ اور حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہو گئے۔ جیل کے دوران دو قیدی آپ کے پاس آ کر اپنا خواب بیان کر کے اس کی تعبیر آپؑ سے پوچھتے ہیں۔ آپ نے دین کی دعوت پیش کرنے کے بعد ان سے خواب کی تعبیر بیان کی اور کہا کہ جو شخص خواب میں انگور نچوڑ رہا ہے وہ قید سے چھوٹ جائے گا اور بدستور اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا دوسرا جو سر پر روٹیوں کا ٹوکرا اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے کھا رہے ہیں اسے پھانسی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر نوچ کر کھائیں گے۔ بادشاہ کا جو ساقی تھا اس سے حضرت یوسفؑ نے کہہ دیا کہ بادشاہ سے میرا بھی ذکر کر دینا۔

شاہِ مصر نے یہ خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات تر و تازہ بالیاں ہیں جن پر سات سوکھی بالیاں لپٹی ہوئی ہیں۔

اپنے امراء سے کہا کہ مجھے اس خواب کی تعبیر بیان کرو، اس خواب سے میں پریشان ہوں تو دربار کے امراء نے کہا کہ آپ اس کی طرف توجہ نہ کریں یہ صرف پریشان خیالات ہیں۔ بادشاہ کا ساقی جو رہا ہوکر بادشاہ کی خدمت میں تھا اسے فوراً حضرت یوسفؑ کا خیال آیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مجھے جیل خانہ بھیج دیجئے، وہاں ایک سچے انسان ہیں ان سے میں اس خواب کی تعبیر پوچھ کر آؤں گا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ سات سال خوش حالی کے ہوں گے اور سات سال قحط کے ہوں گے۔ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیاں یہ خوش حالی کی تعبیر ہیں اور سات دبلی گائیں اور سات خشک بالیاں یہ قحط کی تعبیر ہیں۔ لہٰذا تم قحط سے بچنے کے لئے بالیوں میں سے بقدرِ ضرورت ہی اناج نکال لو اور باقی اسی میں چھوڑ دو۔ یہ تعبیر بادشاہ کے دل کو لگی اور بہت خوش ہوکر یہ حکم دیا کہ فوراً ان کو میرے پاس لے آؤ۔ بادشاہ کا قاصد آپ کی رہائی کا پیغام لے کر آیا تو یوسفؑ نے کہا کہ پہلے میرے معاملے کی تحقیق کرائی جائے اور ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر تحقیق کرائی تو سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اللہ پاک ہے، ہم نے یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے بھی کھل کر اعتراف کیا کہ میں نے اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی بے شک وہ پاک باز اور سچا ہے۔

اس پسِ منظر میں حضرت یوسفؑ کی زبانِ مبارک سے مذکورہ بالا آیت

''وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝'' (اور میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں قرار دیتا۔ بے شک نفس تو بری باتوں کا ہی حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے) نکلی۔ مزید انہوں نے یہ فرمایا کہ میں نے یہ تحقیقات اس لئے کرائیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے غیب میں عزیزِ مصر کی کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں جیل میں ہوتا اور رہائی کا پروانہ لے کر کوئی قاصد آتا تو میں بغیر تحقیق کرائے جیل سے باہر آ جاتا! یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صیانت اور حفاظت تھی جس کی بدولت حضرت یوسفؑ تقویٰ اور پاک نفسی کے اس اعلیٰ درجے پر قائم رہے۔ اس مقام پر کوئی دوسرا ہوتا تو اپنے تقویٰ اور پاک دامنی کی ڈینگیں مارتا اور ان عورتوں کو موردِ ملامت ٹھہراتا کہ انہوں نے برائی کی ترغیب دی تھی۔ یہ ایک پاکیزہ ترین نبی کا ہی ظرف تھا جس نے واشگاف طریقہ پر نفسِ انسانی کی حقیقت ظاہر کی کہ ہر انسان کا نفس اسے برائی کا ہی حکم دیتا ہے، سوائے اس نفس کے جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہو جائے۔

نفس کی حالتیں:

اس آیت میں یہ مسئلہ غورِ طلب ہے کہ اس میں ہر نفسِ انسانی کو ''اَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ'' یعنی برے کاموں کا حکم کرنے والا فرمایا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے ایک سوال فرمایا کہ ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا

کیا خیال ہے جس کا حال یہ ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز و اکرام کرو، کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تمہیں بلاء اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا، ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے (قرطبی) اور ایک حدیث میں ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں برے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل وخوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی گرفتار کر دیتا ہے۔

ہر نفسِ انسانی اپنی ذات میں تو امارۃ بالسوء یعنی برے کاموں کا تقاضہ کرنے والا ہوتا ہے، لیکن جب انسان ایمان سے مشرف ہو کر خدا اور آخرت کے خوف سے اس کے تقاضے کو پورا نہ کرے تو اس کا نفس ''نفس لوّامہ'' بن جاتا ہے، یعنی برے کاموں پر ملامت کرنے والا اور ان سے توبہ کرنے والا جیسے عام صلحاءِ امت کے نفوس ہیں۔ جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اپنے نفس کو اس حالت میں پہنچا دے کہ برے کاموں کا تقاضہ ہی اس میں نہ رہے، تو وہ نفس ''نفسِ مُطمئنہ'' ہو جاتا ہے۔ صلحاءِ امت کو یہ حال مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتا ہے اور پھر بھی اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا یقینی نہیں ہوتا اور انبیاءؑ کو خود بخود عطاءِ خداوندی سے ایسا ہی نفسِ مطمئنہ بغیر کسی سابقہ مجاہدہ کے نصیب ہوتا ہے اور

ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہے۔

انسان کے اندرونی طور پر دو دشمن ہیں۔۱) ابلیس، جس نے باوا آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے حسد اور تکبر کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے بنی آدم کا دشمن بن گیا۔ تمام ہی برائیاں اسی کی ترغیبات اور وساوس کا نتیجہ ہیں۔۲) انسان کا خود اپنا نفس ہے۔ ابلیس تو صرف ترغیب ہی دے گا اور وساوس ہی ڈالے گا مگر یہ نفس ہی ہے جو اس کا آلۂ کار بن کر ساری برائیوں کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ابلیس کو پیدا نہ فرماتے تو انسان کا نفس ہی اس کو گمراہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ غور کرنے کی بات ہے ابلیس کو کس نے گمراہ کیا؟ اس کے نفس ہی نے تو اسے گمراہ کیا۔ ایک صاحبِ دل شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے:

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے پر
گر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

نفس سے مراد خواہشاتِ نفسانی ہیں:

(۱) اَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَه' هَوَاهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًاo (الفرقان۔۴۳)

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کی حالت کو بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو خدا بنالیا ہے، کیا آپ ایسے شخص کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟

(۲) اَفَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَه' هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ۔۲۳)

ترجمہ: پس کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو خدا بنالیا ہے اوراللہ تعالیٰ نے اس کوعلم کے بعد گمراہ کردیا اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اوراس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا پس اس گمراہ کواللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، پھر کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ؟

(۳) فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاءَ هُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (القصص۔۵۰)

ترجمہ: اگر یہ لوگ آپ کے فرمانے کے مطابق نہ کرسکیں تو یقین جانئے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشاتِ نفسانی پر چلتے ہیں۔ اوراس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جواللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی نفس کی خواہش پر چلے، بےشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ مِنْ اِلٰهٍ يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هَوًى يُّتَّبَعُ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود پوجے جارہے ہیں ان سب سے بڑا معبود

اللہ کے نزدیک خواہشِ نفس ہے جس کی پیروی کی جارہی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضٰی وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں پس تین نجات دلانے والی چیزیں ۱) اللہ تعالیٰ سے کھلے اور چھپے میں ڈرنا ۲) رضامندی اور ناراضگی دونوں حالت میں حق بات کہنا اور ۳) دولت مندی اور فقر کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا اور تین ہلاک کرنے والی چیزیں ۱) خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے، ۲) بخل و حرص جس کی فرماں برداری کی جائے اور ۳) کسی شخص کا اپنے نفس کو اچھا سمجھنا اور یہ تینوں صفات سے زیادہ خطرناک ہے۔

فائدہ: ہلاک کرنے والی تین چیزیں خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے، حرص جس کی اطاعت کی جائے اور کسی شخص کا اپنے نفس کو اچھا سمجھنا۔ ان تینوں کا تعلق نفسِ امارہ ہی سے ہے!

نفس کی مثالیں:

مولانا رومؒ نے نفس کے لئے دو مثالیں دی ہیں۔ ایک سرکش گھوڑے کی اور

دوسرے اژدھے کی۔

گھوڑے کو اس کا مالک جب اس کا کھانا پانی کنٹرول کرکے اچھی طرح سدھاتا ہے تو وہ اس کے قابو میں آتا ہے۔ مالک کے اشاروں پر حرکت کرتا اور ٹھہرتا ہے۔ اس طرح نفس کو سدھانا پڑتا ہے۔ سدھایا ہوا گھوڑا ابھی کبھی شوخی کرکے مالک کو گرادیتا ہے۔ جس طرح سدھائے ہوئے گھوڑے سے کبھی بے خوفی نہیں ہوسکتی اسی طرح نفس سے بھی بے فکری نہیں کی جاسکتی۔

دوسری مثال نفس کی اژدھے کی سی ہے۔ ایک سپیرا قطبین پر جہاں نہایت سردی ہوتی ہے ایک بہت بڑے ٹھٹھرے ہوئے اژدھے کو مردہ سمجھ کے اٹھا کر لایا۔ شہرِ بغداد میں تماشا دکھانے کے لئے صبح کے وقت چوراہے پر لے کر گیا۔ شہرِ بغداد میں شور ہوگیا کہ ایک سپیرا بہت بڑا عجیب وغریب اژدھا پکڑ کے لایا ہے۔ بہت بڑا مجمع دیکھنے کے لئے جمع ہوا۔ اژدھا جو ٹاٹ کے پردوں اور رسیوں میں بندھا ہوا تھا سپیرے نے وہ سب نکالے۔ جب سورج طلوع ہوا اور اس کی شعائیں چمکنے لگیں اور ماحول میں حرارت اور گرمی پیدا ہوگئی تو ٹھٹھرا ہوا اژدھا انگڑائیاں لینے لگا۔ سب سے پہلے سپیرے کو ہی لقمہ بنالیا۔ لوگوں میں بھگ دڑ مچ گئی سب بھاگ گئے اور شہر خالی ہوگیا اور اژدھا جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

نفست اژدھاست او کے مردہ است — از غم بے آلتی افسردہ است

(تیرا نفس اژدھا ہے وہ مردہ کہاں ہے؟ ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے)

ہمارے نفس کا بھی یہی حال ہے۔حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے وہ بظاہر ٹھٹھرا ہوا نظر آتا ہے جوں ہی اس کے موافق حالات ہوجائیں اپنے اصلی گُن دکھاتا ہے۔

نفس کی اصلاح کا معیار:

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ (جو ساتویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور عظیم مصلح ہو گزرے ہیں) نے اپنے ایک مکتوب میں نفس کی اصلاح کی علامت یہ بتائی ہے کہ وہ اپنی خواہش سے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ ہر وقت شریعت کے احکام پر جما رہے اور احکامِ شریعت میں رخصت وتاویل سے کام نہ لے۔

''میرے بھائی آدمی کا نفس مکّار دھوکا دینے والا ہے، وہ ہمیشہ جھوٹے دعوے اور لاف زنی کرتا ہے کہ خواہشِ نفس میری محکوم ہوگئی ہے، اس سے اس کا ثبوت مانگنا چاہیئے، اور اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ اپنے حکم (خواہش) سے ایک قدم نہ اٹھائے۔ شریعت کے حکم پر چلے، اگر ہمیشہ وہ شریعت کی اطاعت میں سرگرمی دکھاتا ہے تو صحیح کہتا ہے اگر احکامِ شریعت میں اپنی ہوا وخواہش کے موافق رخصت وتاویل چاہتا ہے تو وہ بے اقبال ابھی تک اسیرِ کمند ہوا ہے۔ اگر غصہ کا غلام ہے تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے، اور اگر وہ فاسد خواہشاتِ نفس کا اسیر ہے تو وہ ایک سور خنزیر ہے، اور اگر وہ لباس وزینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں۔ لیکن جو شخص اپنے آپ کو احکام شریعت

کے مطابق آراستہ کرتا ہے اور نفس کا امتحان لیتا رہتا ہے اور اس نے اپنی باگ شریعت کے ہاتھ دے دی ہے جس طرف وہ پھیرتی ہے اسی طرف وہ پھر جاتا ہے، اس وقت اس کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صفات اس کی محکوم اور زیرِ فرمان ہوگئی ہیں، پس جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی تھی اور جو حقائق پر نظر رکھتے تھے وہ دمِ واپسیں تک اپنے نفس کو تقویٰ اور خوفِ الٰہی کی لگام دیئے رہے۔'' (مکتوب نود وششم۔۹۶)

حضرت شیخ سعدیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''کریما'' کا آغاز ہی اس طرح کیا ہے:

کریما بجشائے بر حال ما — کہ ہستم اسیرِ کمند ہوا

(اے کریم ہمارے حال پر رحم فرما اس لئے کہ میں خواہشِ نفس کی کمند کا قیدی ہوں)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نفس کی معرفت عطا فرمائے اور اس کا تزکیہ کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۵) دین کی صحیح تابعداری دین کو سمجھے بغیر ممکن نہیں ہے

(۱) اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ كُلَّمَآ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَآ اَلَمۡ یَاۡتِكُمۡ نَذِیۡرٌ ۝ قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ كَبِیۡرٍ ۝ وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِیۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ۝ (الملک-۱۰-۸)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: جب بھی کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس سے جہنم کے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو وہ کہیں گے کہ بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا تو آیا تھا اور ہم نے تکذیب کی اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم بڑی گمراہی میں پڑے ہو اور یہ کہیں گے کاش کہ ہم سنتے اور عقل سے کام لیتے تو ہم اہلِ جہنم میں سے نہ ہوتے۔

جہنم میں کوئی گروہ جھونکا جائے گا تو وہاں کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس دنیا میں کوئی پیغمبر نہیں آئے جو تمہیں جہنم سے ڈراتے اور اللہ کے احکام سے روشناس کراتے تو جواب میں وہ کہیں گے کہ بے شک ڈرانے والے

تو آئے لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ اب جہنم میں ڈالے جانے کے بعد احساس ہوگا اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم اہلِ جہنم میں سے نہ ہوتے۔ یعنی اگر ہم پیغمبروں کی بات کو سنتے، ان کی بات کو مانتے تو آج کے دن اہلِ دوزخ اور اصحابِ سعیر سے نہ ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پیغمبروں کے وعدہ و وعید کو طالبِ حق کا سا سننا سنتے اور متامل و متفکر کی طرح اس میں غور کرتے تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔ بہر حال دو ہی چیزیں ہیں ایک سننا اور دوسرا سمجھنا بدقسمتی سے دونوں کا انکار کریں گے کہ نہ سنا نہ سمجھا اور بالآخر اس دہاڑے کو پہنچے کہ آج دوزخ والوں کے ساتھ جہنم میں پڑے ہیں۔

(کشف الرحمٰن)

(۲) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ (یونس۔۱۰۰)

ترجمہ: کوئی شخص کا ایمان لانا اللہ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں ہے اور ان ہی لوگوں کو اللہ کفر کی گندگی میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے صحیح کام نہیں لیتے۔

کسی شخص کا بغیر حکمِ خداوندی اور اس کی مشیت کے ایمان لانا ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں پر کفر کی گندگی واقع کر دیتا ہے اور ان ہی کو کفر کی گندگی میں مبتلا رکھتا ہے جو عقل سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے یعنی جب تک کسی کے ایمان سے مشیتِ الٰہی متعلق نہ ہو تو ایمان نصیب نہیں ہوتا اور وہی لوگ محروم رہتے ہیں جو

بے عقل ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ (کشف الرحمٰن)

(۳) وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَO

(الاعراف۔۱۷۹)

ترجمہ: اور تحقیق ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔

درحقیقت ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے یعنی عاقبۃ الامر کے لحاظ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا گویا کہ وہ جہنم ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس دل تو ہیں مگر دل سے حق بات کو سمجھنے کا کام نہیں لیتے یعنی حق بات کو سمجھنے کا ارادہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کے پاس آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور صحیح استدلال کا ان سے کام نہیں لیتے، ان کے پاس کان تو ہیں مگر وہ کانوں سے حق بات نہیں سنتے۔ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں یعنی یہ انسان اور ذوی العقول ہونے کے باوجود آخرت سے جانوروں کی طرح غافل اور بے خبر ہیں تو جانوروں

سے بھی زیادہ بے راہ ہوگئے یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔ (کشف الرحمٰن)

(۴) اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ o (الحج۔۴۶)

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے یا ان کے کان ایسے ہوتے ان سے سننے لگتے اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوجاتے ہیں۔

کیا یہ منکر لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہوتے کہ سمجھنے لگتے، کان ایسے ہوتے کہ سننے لگتے، اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ جو دل سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں۔ یعنی سفر کرتے اور تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے تو ان کو کچھ عبرت ہوتی تب تو شاید ان کے دلوں سے گمراہی اور کانوں سے شقاوت کا ثقل دور ہوجاتا۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ آنکھوں کا اندھا ہونا نقصان رساں نہیں ہے بلکہ دل کے اندھے ہوجاتے ہیں تو پھر ہدایت مستبعد (دشوار) ہوجاتی ہے ورنہ امم سابقہ کی حالات ہی سے اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ نافرمانی حق تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر انبیاءؑ کی تکذیب اور نافرمانی حق تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نہ ہوتی تو پہلی امتوں کو کیوں ہلاک کیا جاتا؟ چونکہ کفر کی وجہ سے ان کے دل اندھے ہوچکے ہیں اس لئے اتنی سی بات بھی ان کے دل میں نہیں اترتی۔ جب دل

میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا، نہ دیکھنے اور نہ سننے کے برابر ہے۔ (کشف الرحمٰن)

(۵) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَاo (محمد۔۲۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟

(۶) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًاo

(الدھر۔۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تا کہ ہم اس کی آزمائش کریں پس ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔

(۷) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِo الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِo

(آل عمران۔۱۹۰،۱۹۱)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن رات کے یکے بعد دیگرے آنے میں عقل مندوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ان سب کو بے کار نہیں پیدا کیا ہے تیری ذات

پاک ہے تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

وہ اولوا الالباب ایسے ہیں جو ہر حال میں خواہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، خواہ کسی پہلو پر لیٹے ہوں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں کی اور زمین کی ساخت اور ان کے پیدا ہونے میں غور و فکر کرتے ہیں اور غور و فکر کے نتیجہ کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے یہ سب کچھ فضول، عبث اور بے کار و بے مقصد نہیں بنایا ہے بلکہ ان مخلوقات کے پیدا کرنے میں تیری بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ ہم تجھے ہر عیب سے پاک سمجھتے ہیں سو تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (کشف الرحمٰن)

یہ چند آیات ہیں جن سے دین میں عقل و خرد سے کام لینے، غور و فکر کرنے اور تدبر اور تفکر کرنے کی کیا اہمیت ہے معلوم ہوتی ہے۔ اب اس سلسلہ کی چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ حَتّٰی ذَکَرَ سِھَامَ الْخَیْرِ کُلَّھَا وَمَا یُجْزٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِہٖ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایک شخص نماز پڑھنے والوں میں سے ہوتا ہے، روزہ رکھنے والوں میں سے ہوتا، زکوٰۃ دینے والوں میں سے ہوتا ہے اور حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے ہوتا ہے

یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ساری نیکیاں گنائیں لیکن وہ قیامت کے دن اپنی عقل کے مطابق ہی اجر پائے گا۔

فائدہ: عقل سے مراد وہ اعلیٰ جوہر ہے جس کے ذریعہ انسان اشیاء اور اسباب کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے، دنیا و آخرت کی بھلائیوں اور برائیوں کو معلوم کرتا ہے، نیکی اور بدی کے درمیان فرق اور امتیاز کرتا ہے، نفس کی آفات اور گمراہیوں سے اجتناب کرتا ہے، نیک راہ و روش اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب و اتصال حاصل کرتا ہے۔

بعض عارفین کے کلام میں جس ''عقلِ معاذ'' کا ذکر آتا ہے اس سے یہی عقل مراد ہے۔

یہ اعلیٰ جوہر جس شخص میں جس نوعیت و مقدار کا ہوتا ہے اس کے اندر مذکورہ بالا اوصاف بھی اسی کے تناسب سے ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص میں جتنی عقل ہوگی اسی کے مطابق اسے جزاء دی جائے گی کیونکہ خدا کی طرف سے جزاء و انعام کا مدار محض عبادت و اطاعت یا عبادات و طاعات کی مقدار پر نہیں ہوگا بلکہ عبادات کے حسن و کمال پر ہوگا اور ظاہر ہے کہ عبادات و طاعات میں حسن و کمال کی کیفیت اور کمیت اسی عقل سے متعلق ہے۔ (مظاہرِ حق)

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ وَلَا وَرَعَ کَالْکَفِّ وَلَا حَسَبَ کَحُسْنِ الْخُلُقِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر کوئی عقل تدبیر کے مانند نہیں اور کوئی ورع (پرہیزگاری) بچنے اور احتیاط کے

برابرنہیں اورکوئی حسب ونسب اچھے اخلاق کے برابرنہیں۔

فائدہ: تدبیر کے معنی انجام کار کو دیکھنا۔اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ کوئی عقل، عقلِ تدبیر کی مانندنہیں ہے کہ اس کے انجام کو دیکھے اوراس کے مصالح اور مفاسد کو دریافت کرے۔ورع کے معنی پرہیز گاری کے ہیں یعنی تقویٰ۔ورع کے اندر نہ صرف حرام سے بچنا ہے بلکہ مکروہات اورشبہات سے بھی بچنا ہے۔حسب اورفضیلت میں آدمی اپنے اوراپنے باپ دادا کے فضائل اور مفاخر کوشمار کرتا ہے،اصل فضیلت توحسنِ اخلاق پر ہے۔ (مظاہرِحق)

(۳) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِهْهُ فِى الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اوردینے والا اللہ ہی ہے۔

فائدہ: دین کی سمجھ سے مراددین کے احکام،شریعت،طریقت اورحقیقت ہیں۔میں (اللہ کے رسول ﷺ)صرف بیان کردیتاہوں۔سمجھ،فکر اورعمل اللہ تعالیٰ جسے جتنا چاہےعطافرماتا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِى الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ کان کے مانند ہیں جیسے سونے اور چاندی کی۔ جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے اسلام میں بہتر ہوں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

فائدہ: لوگ کان کی مانند ہیں یعنی ان کے اندر جو صفات ہیں وہ کان کی طرح ہوتے ہیں جیسے سونا، چاندی، چونا اور سرمہ وغیرہ مختلف صفات رکھتے ہیں اس طرح لوگ بھی مختلف صفات والے ہوتے ہیں۔ جو لوگ جاہلیت میں اچھے صفات رکھنے والے تھے یعنی سخاوت، شجاعت وغیرہ، جب مسلمان ہوئے اور علمِ دین خوب حاصل کیا اچھے ہوئے۔

(۵) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے ولا عالم) شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلہ میں بھاری ہوتا ہے۔

فائدہ: شیطان جب لوگوں پر گمراہی کے راستے کھولتا ہے تو ایک فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا عالم) اس کو پہچان کر اس کے دفع کی تدبیر بتلاتا ہے۔ بخلاف نرے عابد کے کہ وہ اکثر عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوتا ہے لیکن جانتا نہیں۔

(٦) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا عَبَدَ اللّٰهَ تَعَالٰی بَشَیْءٍ اَفْضَلُ مِنَ الْفِقْهِ فِی الدِّیْنِ وَلَفَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ، وَلِکُلِّ شَیْءٍ عِمَادٌ وَعِمَادُ هٰذَا الدِّیْنِ الْفِقْهُ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرنے سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے ایک فقیہ ہزار عابدوں کے مقابلہ میں شیطان پر بھاری ہوتا ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

(٧) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَّلَا فِقْهٌ فِی الدِّیْنِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو خصلتیں ہیں جو کسی منافق میں نہیں جمع ہوتیں ایک اچھے اخلاق دوسری دین کی سمجھ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور شریعت کے مطابق اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۶) جہلِ بسیط اور جہلِ مرکب

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ o

(الزمر۔۰۹)

صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله الكریم ونحن علٰی ذٰلك من الشهدین والشكرین۔

ترجمہ: آپ پوچھئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل سے کام لینے والے ہیں۔

ایک جہل (لاعلمی) وہ ہوتا ہے کہ آدمی کو جس کا شعور ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا، اس جہل کو ''جہلِ بسیط'' کہتے ہیں۔ ایک جہل (لاعلمی) وہ ہوتا ہے کہ آدمی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا، اسے ''جہلِ مرکب'' کہتے ہیں۔ اس جہل سے خلاصی مشکل ہوتی ہے کیونکہ جب کوئی شخص اپنی لاعلمی کا شعور نہیں رکھتا تو کس طرح سے اس سے نکلنے کی کوشش کرے گا افسوس کہ یہی صورتِ حال ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

آں کس کہ نہ داند کہ نہ داند — در جہل مرکب ابدالدھر بماند

(جو شخص کہ نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا جہلِ مرکب میں ہمیشہ کے لئے پڑا رہتا ہے)

جو حضرات علم کے علمبردار ہیں یا علم کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں، وہی حضرات اگر جہل کا شکار ہو جائیں تو عوام الناس جو عوام کالانعام (عوام جو مثل چوپایوں کے ہوتے ہیں) تو ان کا کیا حال ہوگا، قیاس کیا جا سکتا ہے۔ شکوہ کرنے والے نے کہہ بھی دیا۔

تیری بے علمی نے رکھ لی ہے بے علموں کی لاج
عالم فاضل بیچ رہے ہیں دین و ایمان

طالبِ علمی کے زمانہ ہی سے جب میں نے عربی اور فارسی سیکھنی شروع کی تھی ان غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا اور جب سے اس ناچیز کے بیانات کا سلسلہ شروع ہوا وقتاً فوقتاً ان کی طرف اشارے کر دیا کرتا تھا۔ اس تحریر میں ان کو جمع کر کے پیش کیا جا رہا ہے کسی خاص فرد یا جماعت کی تنقید اور توہین مقصود نہیں ہے۔ ان غلطیوں کی نشاندہی محض اس غرض سے کی جا رہی ہے کہ ہمیں اصلاح کی فکر ہو کہ ہم کیسی بھونڈی غلطیاں علی الاعلان کر رہے ہیں مزید یہ کہ یہ غلطیاں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہو رہی ہیں اور زندگی کا دھارا اسی طرح بہتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے!

املاء کی غلطیاں:

ناچیز کو لوگ عقیدت سے نکاح پڑھانے لے جاتے ہیں، وہاں جا کر دفترِ نکاح کو دیکھتا ہوں جو اپنی خاص اہمیت رکھنے والا دستاویز (Document) ہے، بے شمار

اغلاط سے پُر ہے تو حیران رہ جاتا ہوں۔ افسوس کہ ناکح اور منکوحہ اوران کے متعلقین کے نام تک صحیح نہیں لکھے گئے ہیں۔

اسکولوں، کالجوں اور مدارس کی کثرت بلکہ بہتات کے باوجود آئے دن یہ غلطیاں ہوتی رہتی ہیں! دولھے کا نام آصف ہے تو لکھا گیا عاصف! آصف حضرت سلیمانؑ کے وزیر کا نام ہے جس کے معنی لائق وزیر کے ہیں، یہی آصف بن برخیاء تھے جنہوں نے ملکۂ سبا کا تخت پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پیش کیا تھا۔ عاصف کے معنی تیز آندھی کے ہیں!

حضرت خدیجہؓ ام المومنین ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سب سے پہلی زوجہ ہیں ان کا نام خو تیجہ لکھا گیا ہے۔ مخدوم صاحب (کوئی ہوں) کو مکتوم صاحب لکھا گیا ہے!

دفتر نکاح لکھنے والوں سے ہم نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رقعہ میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے اور ہم اسی کے مطابق لکھنے پر مجبور ہیں۔ رقعات میں ایسا لکھا جانا جہالت کی بین دلیل ہے۔ دولھا دولھن کے ناموں کے آگے پیچھے کئی ڈگریاں لکھی جاتی ہیں مگر ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا صحیح نام کیا ہے! اسکول میں جب داخلہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے والدین کی اور پھر اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ صحیح ناموں کا اندراج کرائیں۔ تعلیم عام ہونے کے باوجود بھی صحیح نام کیا ہے، کس طرح لکھا جائے نہ معلوم ہونا یہ علم کی نہیں جہالت کی ترقی ہے!

ہمارا بچپن ۶۰، ۶۵ سال قبل کا زمانہ اتنی ڈگریوں کا زمانہ نہیں تھا۔ تعلیم حاصل کرنے والوں سے یہی پوچھا جاتا تھا کہ تو نے کیا سیکھا ہے، تجھے اپنا نام صحیح لکھنے اور دستخط کرنے بھی آتا ہے یا نہیں؟ صحیح نام لکھنے آجائے اور دستخط کرنے آجائے تو اس کو سمجھا جاتا تھا کہ اس کو کچھ علم آگیا ہے۔

ہماری شریعت نے اچھے نام رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمہیں اپنے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا اچھے نام رکھا کرو (مشکوۃ) نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اچھے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ بعض لوگوں نے بڑے عجیب وغریب نام رکھے ہیں یا تو بے معنی ہیں یا جن کا غلط مفہوم نکلتا ہے۔ گڑھو صاحب، غبیو صاحب، ہٹیلی صاحب، چوہے والے، مینڈک والے، جنگلی ماں، جھنبو رابی وغیرہ۔ ہم میڈکل کالج، بلاری میں زیرِ تعلیم تھے وہاں کے ایک میونسپل کارپوریٹر کا نام غلیظ عبدالقادر تھا! اللہ کے رسول ﷺ نے برے ناموں کو بدل دیا ہے۔ جن لوگوں کے نام برے ہیں ان کو چاہئے کہ اچھے ناموں سے بدل دیں کیونکہ اچھے ناموں کا بھی ایک اثر ہوتا ہے۔

وہ علاقہ جہاں اردو میں سائن بورڈ لکھنے اور لکھوانے کے لئے زوردار تحریک چل رہی ہے، وہاں ایک مقام پر جنازہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔ مسجد کے اندر نماز کے اوقات جو لکھے ہوئے تھے بے انتہاء غلط تھے۔ مغرب کو مگرب، بعد اذاں کو باد اذاں، جمعہ کو جومعہ لکھا ہوا تھا! میرے ایک ساتھی نے فرمایا باہر تو کسی انسان کا

جنازہ رکھا ہوا ہے اور اندر اردو کا جنازہ ہے۔

تلفظ کی غلطیاں:

تلفظ کی غلطیاں تو اتنی ہیں جن کا شمار نہیں! اور اس کا ارتکاب کرنے والے ایسے حضرات ہوتے ہیں جن کے نام سے پہلے حضرت، علامہ، مولانا۔۔۔۔۔ اور نام کے بعد ایم اے، پی ایچ ڈی، وظیفہ یاب ایچ۔او۔ڈی (اردو، فارسی) وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ القاب و آداب اور ڈگریوں سے لگے پھندے حضرات جب ایسی غلطیاں کرتے ہیں تو عوام سے صحیح تلفظ کی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ علیہ رحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

(جب تک آدمی نے بات نہیں کی ہے اس کے عیب و ہنر چھپے رہتے ہیں)

بڑے افسوس کی بات ہے کہ دفترِ نکاح تک صحیح نہیں پڑھ سکتے! سجلّ کو سجّیل (ج کے تشدید سے اور ی کے اضافہ سے پڑھتے ہیں، صحیح تو صرف ل پر تشدید ہے)۔ قاسم صاحب ولد نبی صاحب کو (قاسم صاحب ولّد نبی صاحب ل کی تشدید سے پڑھتے ہیں جو غلط ہے)، مہر کی رقم کے آگے مَبْلَغ (Not Exceeding) لکھا ہوتا ہے، اس کو جنابِ عالی مُبَلِّغ پڑھتے ہیں! مُبَلِّغ کے معنی تبلیغ کرنے والے کے ہیں۔ مزید برآں کہ خطبۂ نکاح کی چار آیات بھی تجوید سے صحیح نہیں پڑھ سکتے!

حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے کے بعد ناچیز کے نام کے ساتھ خلیفہ ومُجاز لکھا جاتا ہے۔ ایک جلسہ کے اسٹیج پر ۵ عدد ندوی وقاسمی علمائے کرام تھے اور میرا تعارف کرایا جارہا تھا کہ۔۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کے خلیفہ ومَجاز ہیں۔ مُجاز اجازت یافتہ کو کہتے ہیں اور مَجاز کے معنی حقیقت کی ضد کے ہیں! ایک صاحب کو جنہیں ایک عظیم جماعت کے صدر اور عربی مدارس کے ذمہ دار ہونے کا شرف حاصل ہے، ایک جلسہ میں میرا تعارف کرایا کہ ڈاکٹر صاحب مولانا قمر الزماں صاحب کے مَجاز ہیں۔ ع

ناطقہ سر بہ گریباں ہے کیا کہیے

اردو ادب کے نام سے کئی ادارے قائم ہیں۔ لوگ اردو کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ کے عہدوں پر فائز ہیں مگر زبان وادب سے ایسی بے خبری! کئی حضرات کی زبان سے میں نے سنا، ''یہ کیا مَامِلہ ہے؟'' صحیح تلفظ مُعامَلہ ہے۔ اس وزن پر آنے والے تمام الفاظ غلط تلفظ کئے جاتے ہیں مشاعرہ، مقابلہ، مغالطہ، موازنہ، مذاکرہ ۔۔۔۔۔صحیح تلفظ مُشاعَرہ، مُقابَلہ، مُغالَطہ، مُوازَنہ، مُذاکَرہ ہے۔ کہاں تک غلطیاں گنائی جائیں؟

ایک صاحب کو انٹرنیشنل خطیب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ خودکُشی کے موضوع پر بیان دے رہے تھے۔ اتفاق سے یہ ناچیز بھی حاضر تھا خودکُشی کو خودکَشی کہہ رہے

تھے۔ چونکہ موضوع ہی وہی تھا لہٰذا بار بار لفظ خود گشی، خود گشی آ رہا تھا، مجھے سن کر بے انتہاء اذیت ہو رہی تھی۔ کُشتَن [مارنا] کا امر کُش ہے اور کَشِیدَن [کھینچنا] کا امر کَش ہے۔ خودکشی یا خودکُشی لفظِ مرکب ہے۔ کچھ لوگ اردو ادب بلکہ ادبِ اسلامی کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی بھونڈی غلطیاں کرتے ہیں کہ۔۔۔۔۔ کاش کہ یہ لوگ ادب کا نام لے کر ایسی بے ادبی نہ کرتے۔ ایک جماعت جس نے اپنا نسب العین ''اقامتِ دین'' قرار دیا ہے، اِقامت کو اَقامت (ہمزہ کے زبر سے)، قُرآن کو قُرَان، ترجَمہ کو ترجُمہ اور درْس کو درَس پڑھتے ہیں، ان کی جہالت کا کہاں تک ماتم کیا جائے!

ہم گورنمنٹ پرائمری اسکول نمبر ا میں پڑھ کر آئندہ تعلیم کے لئے انجمن ہائی اسکول چلے گئے، پرائمری اسکول کے اساتذہ بچوں کے ذہنوں میں غلط تلفظ بٹھا دیتے ہیں۔ نظْم کو نظَم، مُساوی کو مَساوی، مُساوات کو مَساوات، اِکائی کو اَکائی وغیرہ۔

ایک صاحب کا نام گُندگی ہے، اگر پیش نکال دیا جائے تو گندگی ہو جائے گا! جب اردو زبان میں اعراب کا معاملہ اتنا نازک ہے تو عربی زبان میں کس قدر نازک ہوگا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ سکون والے حرف پر حرکت پڑھنا ہمارا ایک معمول ہی بنا ہوا ہے۔ فَجر، عصَر، ظُہر، جزْم، حکُم، صدُر، مرُیم، قرُیہ، دنُیا وغیرہ۔ بڑا تعجب یہ سن کر ہوگا کہ جو صاحب تجوید سکھانے کے لئے کلاس کا اہتمام کر رہے تھے جزْم کو جَزَمَ پڑھا رہے تھے! جزْم والے حرف پر حرکت پڑھنے سے تلفظ ڈھیلے ڈھالے

ہوکر زبان کی خوبی ہی رخصت ہوجاتی ہے۔ اردو شعر و ادب کا کثرت الاستعمال لفظ محبت، م کے پیش سے پڑھا جاتا ہے حالانکہ صحیح تلفظ م کے زبر سے مَحبت ہے۔

معنی کی غلطیاں:

ناچیز نے کسی جمعہ کے بیان میں عقیدۂ توحید کی تشریح کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک، قادرِ مطلق، نافع اور ضار ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ہماری دعاؤں کو سننے والے اور ہماری حاجتیں پورا کرنے والے ہیں۔ یارسول اللہ، یا خواجہ، یاغوث، یاعلی اس طرح دعا کرنا شرک کی بات ہے۔ کچھ لوگوں کو میری یہ بات ناگوار ہوئی تو انہوں نے میرے بیان کے رد میں ایک پمفلٹ شائع کیا پھر میرے حامیوں نے اس کا جواب لکھا۔ بات مخالفین کی نہیں بلکہ میرے ''حامیوں'' کی ہے جس میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''مستجاب الدعوات'' یعنی دعا قبول کرنے والی ذات ہے۔ تین علماء بیٹھ کر یہ پمفلٹ لکھ رہے تھے، میں نے سمجھایا کہ مستجاب الدعوات صیغۂ مفعول ہے (یعنی وہ شخص جس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ صیغۂ فاعل مستجیب الدعوات (یعنی وہ ذات جو دعاؤں کو قبول کرنے والی ہے) استعمال ہوتا ہے نہ کہ مستجاب الدعوات۔ عربی ترکیب کے لحاظ سے مادۂ جوب جاب سے بابِ استفعال سے مستفعِل (فاعل) کے وزن پر مستجیب ہوتا ہے اور مستفعَل (مفعول) کے وزن پر مستجاب بنتا ہے، کسی کے سمجھ میں نہیں آیا۔

خیر سے جہاں یہ پمفلٹ لکھا جارہا تھا فیروز اللغت کلاں مل گئی۔ لغت سے

نکال کر میں نے دکھایا کہ مستجیب کا معنی دعا کو قبول کرنے والی ذات کے ہیں اور مستجاب کا معنی ہیں وہ شخص جس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔اتنی وضاحت کے بعد بھی یہ باتیں ان کی سمجھ کے بالا ہی رہیں اور خم ٹھوک کر لکھ دیا کہ اللہ کی ذات مستجاب الدعوات ہے!

ناچیز ہبلی میں زیرِ تعلیم تھا وہاں ایک صاحب کا نرسنگ ہوم تھا جو ڈاکٹر ہونے کے علاوہ سیاسی وسماجی حیثیت کے بھی مالک تھے۔انہوں نے اپنے نرسنگ ہوم کا نام ''یثرب نرسنگ ہوم'' رکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا جس کے معنی فساد اور ہلاک وغیرہ کے ہیں۔اسی لئے آپ کی ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مدینۃ النبی رکھا اور یثرب کہنے سے منع فرمایا۔امام بخاریؒ اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں جو کوئی ایک باریثرب کہے تو دس بار مدینہ کہہ کر اس کی تلافی کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ استغفار کرے۔

اذان اور نماز کی غلطیاں:

اذان اور نماز کی غلطیوں کو شمار کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب چاہئیے۔ لفظ اللہ کے شروع میں جو زبر والا ہمزہ ہے ذرا بھی کھینچا جائے تو سوال بن جاتا ہے۔ اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے،آللہ اکبر کے معنی کیا اللہ سب سے بڑا ہے؟ ہوتے ہیں۔ایک صاحب جو ایک عربی مدرسہ کے ناظم ہیں۔ رمضان کے قریب اپنے مدرسہ کے حافظ کو لے کر مسجد تشریف لائے اور ذمہ داروں سے کہا کہ ہمارے حافظ

صاحب سے نماز پڑھوائیں اور اگر آپ کو پسند آئیں تو انہیں رمضان میں تراویح میں قرآن سنانے کے لئے رکھ لیں۔ حافظ صاحب نے عشاء کی فرض نماز پڑھائی، اللہ اکبر کو ہر جگہ آللہ اکبر پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد ذمہ داروں نے مجھ سے پوچھا کہ حافظ صاحب کیسا پڑھاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ نماز ہی نہیں ہوئی نماز دوہرا لیں۔ اللہ اکبر کو آللہ اکبر کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ تجوید کے قوائد مقرر ہیں اور ہر حرف کا مخرج متعین ہے، مگر ہمارے پڑھنے والے ہیں کہ اس سے بے نیاز ہو کر جیسا مرضی میں آئے پڑھنے لگتے ہیں۔ کھڑا زبر ایک الف کے برابر ہے اس کو دو حرکت کے برابر کھینچا جائے گا مگر پڑھنے والے ہیں کہ جب تک ان کی سانس چل رہی ہے کھینچتے چلے جاتے ہیں۔ مقررہ مقدار سے زیادہ کھینچنا ''تلحین'' کہلاتا ہے۔ حی علی الصلوہ میں 'حی' کو خوب کھینچا جاتا ہے، علی کو چھوڑ کر لام میں ملایا جاتا ہے، حی لا الصلوہ ہو جاتا ہے یعنی نماز کو مت آؤ۔ حی علی الصلوہ کے معنی نماز کی طرف آؤ کے ہیں۔ بعض حضرات فخریہ انداز سے کہتے ہیں کہ میں ۲۰ سال سے نماز پڑھا رہا ہوں، میں ۳۰ سال سے نماز پڑھا رہا ہوں! ایک نماز بھی سنت کے مطابق صحیح نہیں ہوئی نہ قرأت ہی صحیح ہے اور نہ نماز کی حرکات ہی مسنون طریقے پر ہیں۔

اس جہل اور بے علمی کا سبب اور اس سے غفلت اور اس پر اصرار کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمَرِ اِلَّا الْبِرُّ اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرُمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں پلٹ سکتی مگر دعا (دعا میں تقدیر پلٹنے کی تاثیر ہے) عمر میں زیادتی نہیں ہوتی مگر نیکی سے۔ بے شک آدمی گناہ کے سبب سے جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مادی رزق تو کھانا پینا ہے اور روحانی رزق دین کا علم اور عمل ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد وکیعؒ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم گناہ کو چھوڑ دو۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترك المعاصی فان العلم فضل من الہ وفضل اللہ لا یعطی لعاص

ترجمہ: میں نے اپنے استاد وکیعؒ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑنے کی نصیحت کی کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے اور یہ فضل کسی گناہ گار کو نہیں دیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے اور دین کا صحیح علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۷) مناسب طریقۂ علاج

’’مسلم ڈاکٹرس فورم‘‘(Muslim Doctors' Forum) نے ایک جلسہ مسلم ڈاکٹروں میں یہ احساس وشعور پیدا کرنے کے لئے منعقد کیا تھا کہ وہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی ہیں، اس لئے ان کی ذمہ داری دوہری ہے کہ وہ نہ صرف مخلوق خدا کے سامنے جواب دہ ہیں بلکہ کل انہیں خالق کے سامنے بھی جواب دہی کرنی ہے اور مزید یہ کہ وہ ایک ایسے پیشہ کے حامل ہیں جو براہِ راست انسانی جانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس جلسہ سے خطاب کے لئے ناچیز کو بھی موقع دیا گیا تھا مگر وقت کم رہنے سے پوری بات نہیں پیش کی جاسکی۔ یہاں وہ باتیں جو میرے ذہن میں تھیں ترتیب وار پیش کر رہا ہوں۔

انسانی جان کی قدر وقیمت:

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام کائنات کا خالق ومالک ہے اور اس نے انسان کے سر پر ’’وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ‘‘ کا تاج رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساری کائنات کا سردار، مخدوم ومکرم بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل۔۷۰)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اولادِ آدم کو مکرم بنایا اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں چلنے والی سواریوں پر سوار کیا اور ہم نے ان کو عمدہ چیزیں کھانے کو دیں اور ہم نے بنی آدم کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت عطا فرمائی۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَھُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (البقرہ۔۲۹)

ترجمہ: وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان ٹھیک طور سے بنائے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ انسان اس کائنات کا سردار ہے اور کائنات کی ساری چیزیں اسی کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہیں تو اس کی زندگی اور جان سب سے قیمتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا:

اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍفِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھَا فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (المائدہ۔۳۲)

ترجمہ: جو شخص کسی انسان کو بغیر کسی انسانی خون کے بدلے میں یا بغیر ملک میں فساد برپا کرنے کے قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جو کوئی ایک

انسانی جان کو بچانے کا سبب بنا تو گویا اس نے تمام انسانی جانوں کو بچالیا۔

کسی ایک انسانی جان کو ناحق قتل کرنا سارے انسانوں کے قتل کرنے کے مترادف ہے اور کسی ایک انسانی جان کو بچانا سارے انسانوں کو بچانے کے مترادف ہے، یہ ہے انسانی جان کی قدر و قیمت اسلام کے نزدیک۔ اسلام کسی کا ایک قطرہ خون بھی ناحق بہانے کا روادار نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اسلام کے دشمن اسلام سے انسانوں کو دور کرنے اور نفرت پیدا کرنے کے لئے ایسے غلط پروپگنڈے کرتے رہتے ہیں کہ اسلام آتنک واد اور تشدد کا مذہب ہے اور اسلام جہاد و قتال کا حکم دیتا ہے وغیرہ۔

چونکہ (ہمارا) ڈاکٹروں کا پیشہ انسانی جان سے براہِ راست تعلق رکھنے والا ہے اس لئے مسلمان ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ دو پیشے مقدس (Noble Professions) سمجھے جاتے ہیں، ایک معلم کا پیشہ اور دوسرا ڈاکٹر کا پیشہ۔ ڈاکٹر کا پیشہ اس وقت مقدس بنے گا جب ایک ڈاکٹر کو اس کا یقین ہو کہ وہ خدا کے سامنے اپنے پیشے کے متعلق جواب دہ ہے ورنہ محض روپیہ کمانے کا ذریعہ سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے اندھادھند روپیہ سمیٹنا شروع کرے تو خلق میں بھی بدنامی ہوگی اور آخرت میں سخت باز پرس سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ بات ہمارے ذہن میں ہر وقت موجود ہونی چاہئے کہ ہماری کوئی حرکت و سکون اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

۱) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء۔۱)

ترجمہ: یقین جانو کہ اللہ تم پر نگران ہے۔

۲) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO (الحدید۔۴)

ترجمہ: اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارے سارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اس بات کا احساس اور یقین پیدا کرنے کے لئے مسلم ڈاکٹرس فورم نے یہ جلسہ منعقد کیا ہے۔ ان کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور تمام حاضرین سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اس مجلس کا صحیح فائدہ اٹھائیں۔

علاج کے سلسلہ میں نبی ﷺ کی ہدایت:

عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ تُطَيَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ (ابوداود، نسائی)

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص ڈاکٹر کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرے اور وہ ڈاکٹری کا صحیح علم نہیں رکھتا ہو تو مریض کو جو بھی نقصان ہوگا یا اس کی جان چلی جائے گی تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کرنے والوں کے لئے سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ امراض کی ''صحیح تشخیص'' کریں اور صحیح طریقۂ علاج اختیار کریں۔ امراض کے مختلف اسباب ہیں۔ ڈاکٹر کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ''صحیح سبب''

تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

علاج کے مختلف مکاتبِ فکر:

خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے ہمارے ملک میں کئی طریقہائے علاج رائج ہیں۔ آیورویدک، یونانی، ہومیوپیتھی اور ایلوپیتھی۔ سوائے ایلوپیتھی طریقۂ علاج کے کوئی بھی طریقۂ علاج علمی اور عقلی معیار (Scientific and Rational) پر پورا نہیں اترتا کیونکہ کوئی بھی طریقۂ علاج مرض کے اسباب (Etiology) سے بحث کرنے والا ہے اور نہ اصلی سبب (Root cause) تک پہنچنے والا ہے۔ میں ایلوپیتھی طریقۂ علاج کا ڈاکٹر ہوں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حقیقت کا اظہار کررہا ہوں۔ طب کی مشہور کتاب (Pharmacology and Pharmacotherapeutics by Dr. Satoskar) کے چند اقتباسات پیش کررہا ہوں غور سے سنیں۔

Modern medicine is cosidered to date from Hippocrates, a Greek physician (450 B.C.), who for the first time introduced the concept of disease as a pathologic process and tried to organize the science of medicine on the basis of observation, analysis and deduction.

Pharmacology and drug therapy, like medicine is an everchanging science. As new information gets accumulated, changes in drug therapy is inevitable.

It was Charaka, and later Sushruta and Vagbhata, who described various medicinal preparations included in Ayurveda, the science of life. Initially, these consisted mostly of herbal drugs and minerals. Thus, Charaka described about 300 herbal drugs and classified them according to their effects, mostly on symptoms, into 50 groups.

The concept of Homeopathy was first introduced in the early 19th cenury by Hannemann who thought that "like cures like, and dilution potentiates the action of drugs. "Homeopahty outlines the therapy for various

ailments with drugs in very high dilutions. The claims are, however, difficult to understand in the light of present concept of diseases, nor can they be substantiated by various scientific methods applied to the study of modern medicine. (Section I - Page 1)

ان چار طریقہائے علاج کے علاوہ بھی دیسی اور گھریلو طریقۂ علاج پائے جاتے ہیں۔ اس شہر میں پچی محل اور گول گنبد کی روڈ جہاں ملتی ہے وہاں ایک چوک ''حکیم چوک'' کے نام سے بنایا گیا ہے۔ حکیم صاحب ہمارے ایک رشتے کے پھوپھا لگتے تھے۔ کرناٹک کے سابق وزیر اعلیٰ ''گنڈو راؤ'' کو ان کی دعا یا دوا سے افاقہ ہوا تو وہ حکیم صاحب کے اتنے معتقد ہو گئے تھے کہ بنگلور میں افادۂ عام کے لئے اپنے بنگلے کے احاطہ میں ایک ہال ہی ان کے لئے مختص کر دیا تھا۔ صبح و شام مریضوں کی وہ بھیڑ لگتی تھی کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں بھی رات دن مقامی اور مقامی سے بڑھ کر بیرونی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ گرمٹ کل میں وہ اسکول ماسٹر تھے اور وہیں سے وظیفہ یاب ہو گئے تھے۔ اس لئے حکیم گرمٹ کل کے نام سے مشہور تھے۔ دراصل وہ حکیم سے بڑھ کر عامل تھے۔ جہاں تک جھاڑ پھونک اور دعاؤں کا تعلق ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے کہ یہ چیزیں اپنا ایک خاص اثر

رکھتی ہیں۔ مگران کی جو دوائیں تھیں، ان دواؤں نے سینکڑوں کو نقصان پہنچایا اور بہتوں کو مار بھی ڈالا! حکیم صاحب سے ہمارے ایسے گہرے تعلقات تھے کہ میری تسمیہ خوانی انہوں نے کرائی تھی اور جب میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لے کر یہاں آیا تو میرے دواخانہ کی رسمِ افتتاح بھی آپ کے دستِ مبارک سے کرائی گئی تھی۔ جب کبھی میں آپ سے ملاقات کے لئے جاتا اور دریں اثناء نماز کا وقت آتا تو مجھ ہی سے کہتے کہ محمود نماز پڑھاؤ۔ اپنے قریبی تعلقات اور مشاہدات کے بناء پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آں موصوف کا طریقۂ علاج بالکل غیر عقلی (Irrational) تھا۔ یہ بات کہنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کہ ان کے کئی شاگرد اب بھی انہیں کے طریقے کی اتباع کر رہے ہیں!

ہمارے ایک عزیز دوست جو کالج میں پرنسپل تھے، اب وظیفہ یاب ہو گئے ہیں، خیر سے زیابطس کے مریض بھی ہیں۔ ان کے ایک دوست آیرویدک کالج کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے ہمارے عزیز دوست سے کہہ دیا کہ ہماری آیرویدک کی دوائیں چالیس دن تک کھالو بس بیماری ہمیشہ کے لئے ختم۔ ان کی بات پر یقین کرتے ہوئے ہمارے عزیز دوست نے ان کا علاج جو شروع کِیا تو جسم میں شوگر کی مقدار بڑھ کر ان کی عجیب وغریب حالت ہوگئی۔ خاموش طریقے سے ان کا علاج بند کر کے کسی ایلوپیتھی ڈاکٹر کا علاج شروع کیا اور خدا کے فضل سے ان کی حالت قابو میں آ گئی۔ خفیہ طریقے سے آ کر مجھے اپنی روداد سنائی!

ایک صاحب جو بلڈ پریشر کے مریض تھے جدید طریقۂ علاج (ایلوپیتھی) سے اپنے بلڈ پریشر کو قابو میں رکھے ہوئے تھے۔ ان کے کوئی عزیز انہیں ہومیوپیتھی ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کیا عمر بھر یہ گولیاں کھاتے رہو گے؟ ہماری ہومیوپیتھی کی گولیاں چند روز کھالو بلڈ پریشر سے ہمیشہ کا چھٹکارا مل جائے گا۔ بیچارہ نے چند روز ہی گولیاں کھائی تھیں کہ بلڈ پریشر وہ بڑھا، وہ بڑھا کہ بیچارہ پر فالج کا حملہ ہو گیا! یہ لوگ مرض کو ختم کرنے کا دعوی کرتے ہیں لیکن مریض کو ہی ختم کر دیتے ہیں! بس نمونے کے طور پر چند واقعات پیش کیا ہوں ورنہ آئے دن بے شمار واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

جدید طریقۂ علاج (ایلوپیتھی) وحیِ الٰہی نہیں ہے۔

شاید آپ حضرات یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ایلوپیتھی کو وحیِ الٰہی کی طرح محکم اور غیر منسوخ ثابت کرنے جا رہا ہوں، ہرگز نہیں۔ فی الحال جتنے طریقہائے علاج موجود ہیں ان میں یہی طریقہ علمی اور عقلی (Scientific and Rational) طریقہ کہلانے کا مستحق ہے۔ مغربی اقوام اپنی لاکھ برائیوں کے باوجود سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں رات دن جو وہ محنت کر رہے ہیں، قابلِ تعریف ہے۔ سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں جو غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اس نے اس طریقۂ علاج کو حیرت انگیز کامیابی سے دوچار کیا ہے۔ اب اس طریقۂ علاج میں کئی شعبہ بن گئے ہیں اور ہر ایک شعبہ کے ماہرین (specialist) بلکہ اعلیٰ درجے کے ماہرین

پیدا ہورہے ہیں (Super Specialist)۔ اس میدان کے راہرو جانتے ہیں کہ یہاں ثبات اور ٹھہراؤ نہیں ہے بلکہ ہر دن نئی تحقیق اور نئی ایجاد سامنے آتی ہے۔ ہمیں ایم بی بی ایس پاس کئے ہوئے چالیس سال ہوگئے، طریقۂ علاج اور دوائیں بہت کچھ بدل گئی ہیں یہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔ عملِ جراحی (Surgery) میں وہ حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے کہ ناکارہ دل، جگر، گردہ تک بدلائے جارہے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کسی کو اس طریقۂ علاج کے نافع ہونے میں شک پیدا ہوسکتا ہے؟! امریکہ میں یہ قانون بنادیا گیا ہے کہ ڈاکٹر چاہے ملازمت کریں یا پراکٹس کریں ہر پانچ سال بعد انہیں امتحان دینا ہوگا۔

جدید طریقۂ علاج (ایلوپیتھی) کی نارسائی:

چونکہ یہ مکتبِ فکر ہر چیز کو اپنے علم وعقل کے دائرہ ہی میں سمجھنا چاہتا ہے جو شئے آنکھوں سے دیکھی، کانوں سے سنی اور دماغ سے سمجھی نہیں جاسکتی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا علم وعقل محدود ہے اور ایک عالم اور بھی ہے جو ماورائے عقل (Above the Reasoning) ہے، جس پر یہ مکتبِ فکر یقین نہیں رکھتا، یہی اس کی نارسائی ہے۔

ہم میڈکل کالج، بلاری میں زیرِ تعلیم تھے دماغی امراض کے لئے ہمیں بنگلور کے مینٹل ہاسپٹل، جو اب نمہانس (Nimhans) کے نام سے مشہور ہے، پوسٹنگ ہوئی تھی۔ وہاں ایک دیوار پر جنون اور مجنون کے اقسام کا چارٹ

لگا ہوا تھا۔ انبیائے کرامؑ کو انہوں نے مجنون میں شامل کیا ہے اور وحیِ الٰہی کو پریشان خیالیاں (Halucination and Delusion) سے موسوم کیا ہے! نئی تحقیق اور پرانی جاہلیت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ مشرکینِ عرب بھی آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کر کے پورے وثوق سے نبی ﷺ کی تسلی فرمائی۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ o مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ o (القلم۔۱،۲)

ترجمہ: ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔

ٹونے ٹوٹکے، جنات اور شیاطین کے اثرات، جادو کے اثرات، نظر کا لگنا وغیرہ یہ سب حقائق ہیں۔ اپنے محدود علم وعقل کے زعم میں جدید طریقۂ علاج ان کو قبول نہیں کرتا! کچھ مسلم ڈاکٹر بھی ایسے ہیں جو جنّ اور جادو کے اثرات کا مضحکہ خیز انداز میں انکار کرتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن وحدیث سے جو چیزیں ثابت ہیں ان کا انکار کفر ہے۔ قرآنِ مجید میں سو مرتبہ جنات اور شیاطین کا ذکر آیا ہے۔

طبِ نبوی:

احادیثِ نبوی میں مستقل طور پر ایک باب ''طبِ نبوی'' کے نام سے موجود ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے امراض اور شفاء کے متعلق اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس تعلق سے علماء نے مستقل کتابیں طبِ نبوی ﷺ کے موضوع پر تالیف

فرمائی ہیں۔ مسجد کے صحن میں کچھ لوگ کلونجی، زیتون کا تیل وغیرہ فروخت کرنے بیٹھے رہتے ہیں اور طبِ نبوی کے نام سے کاروبار چلاتے ہیں۔ پچھنے لگانا (حجامہ) کی بھی بہت تشہیر کی جارہی ہے۔

(۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَآءَ وَجَعَلَ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی اتاری ہے اور دوا بھی اتاری ہے ہر بیماری کے لئے دوا مقرر کی ہے لہٰذا تم دواؤں سے بیماری کا علاج کیا کرو لیکن حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا اُصِیْبُ دَوَاءُ نِ الدَّاءَ بَرَءَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا ہے لہٰذا جب دوا بیماری کے موافق ہوجاتی ہے تو بیمار اللہ کے حکم سے اچھا ہوجاتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ دوائیں اور طریقۂ علاج بھی ارشاد فرمائے ہیں:

(۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلَ فِی الْحَبَّۃِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قَالَ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّۃُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِیْزُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سیاہ دانے میں ہر بیماری کی شفاء ہے سوائے ''السام'' کے۔ ابن شہاب نے فرمایا کہ السام سے مراد موت ہے اور سیاہ دانے سے مراد کلونجی ہے۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ الْکَبْشَۃِ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَحْتَجِمُ عَلٰی ھَامَتِہٖ وَبَیْنَ کَتِفَیْہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ مَنْ اَھْرَقَ مِنْ ھٰذِہِ الدِّمَاءِ فَلَا یَضُرُّہٗ اَنْ لَّا یَتَدَاوٰی بِشَیْءٍ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوکبشہ انماریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سر مبارک پر اور دونوں مونڈھوں کے درمیان سینگی کھینچواتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص ان خونوں میں سے کچھ نکال دیا کرے تو پھر وہ کسی دوا سے علاج نہ کرے تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَمْثَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِیُّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بہترین چیز جس سے تم دوا کرو، سینگی کھچوانا اور قسط بحری کا استعمال کرنا ہے۔

(۴) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَاَلَھَا بِمَا تَسْتَمْشِیْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ حَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اِسْتَمْشَیْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْ اَنَّ شَیْئًا کَانَ فِیْہِ الشِّفَاءُ مِنَ الْمَوْتِ لَکَانَ فِی السَّنَا (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو تو انہوں نے کہا ''شبرم'' سے۔ نبی ﷺ نے فرمایا وہ بہت گرم ہے گرم، اسماءؓ نے کہا کہ پھر میں نے ''سنا'' سے جلاب لیا تو نبی ﷺ نے فرمایا اگر کسی چیز میں موت سے شفاء ہوتی تو ''سنا'' میں ہوتی۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی رائے گرامی:

والاصل فیماروی عن النبی ﷺ من المعالجات: التجربة التی کانت عند العرب (حجۃ اللہ البالغہ بحوالۂ رحمۃ اللہ واسعہ، جلد پنجم، صفحہ نمبر: ۵۲۵)

ترجمہ: احادیث میں نبی ﷺ سے جو علاج مروی ہیں ان کی بنیاد عربوں کے تجربات ہیں، یعنی وحی کے ذریعے سے وہ علاج نہیں بتائے گئے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام جسمانی، نفسیاتی، اخلاقی، روحانی امراض سے محفوظ رکھے اور ہم میں جو لوگ ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کئے ہیں ان کی صحیح رہنمائی کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۸) تناقُض (Paradox)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ تَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیۡرِ هُدًی مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَایَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ o (القصص۔۵۰)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: پھر اگر یہ لوگ آپ کے فرمانے کے مطابق نہ کر سکیں تو آپ یقین جانئے کہ یہ صرف اپنے نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی نفسانی خواہش پر چلے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

چھوٹے بچوں کی نمائش (Baby Show) تھا کہ کون سا بچہ زیادہ ’’صحت مند‘‘ ہے، اسے انعام دیا جائے۔ پروٹین کی کمی اور نشاستہ والی غذاؤں کی زیادتی کی وجہ سے بچوں میں ایک مرض پیدا ہوتا ہے جسے کاشی آر کر (Kwashiorkor) کہتے ہیں۔ اس مرض میں بچے کے گال خوب موٹے اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ صحت مند بچوں کی نمائش میں جو بچہ مریض (کواشی آر کر زدہ)

تھا اسے سب سے صحت مند بچہ ہونے کا انعام دیا گیا! مذہبی دنیا میں بھی ایسا ہی تناقض (Paradox) پایا جاتا ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب فرمایا ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

(پری منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو، ناز و انداز دکھا رہا ہے، اس عجیب وغریب واقعہ سے عقل حیران ہے)

مذہبی دنیا کا یہ تناقض (Paradox) آپ جان کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ فرقۂ اہلِ قرآن بے شمار قرآنی آیات کا منکر ہے اور فرقۂ اہلِ حدیث بے شمار احادیثِ رسول ﷺ کا انکار کرتا ہے اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو سنّی کہلاتے ہیں سراپا بدعتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں!

فرقۂ اہلِ قرآن کا دعوی ہے کہ وہ صرف اور صرف قرآن کو مانتا ہے کیونکہ احادیثِ رسول ﷺ بعد کے لوگوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں اور ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اس فرقہ کو یہ علم نہیں ہے کہ جن حضرات نے احادیث لکھی ہیں انہوں نے ہی قرآن کی کتابت کی ہے۔ ایک چیز پر اعتماد اور دوسری چیز پر بے اعتمادی یہ کیسی بوالعجبی ہے؟ یہ فرقہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت، آپ کی پیروی اور آپ کے اسوہ کو ہرگز قابلِ عمل نہیں مانتا ان کے نزدیک آپ ﷺ کی حیثیت نعوذ باللہ ایک ''پوسٹ مین'' کی سی ہے جو خط پہنچا کر چلا جاتا ہے! درجہ ذیل قرآن کی آیات ان کی گمراہی کا پردہ

چاک کرتی ہیں:

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء۔۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

(۲) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ o

(النور۔۵۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو تو رسول پر جو بار ڈالا گیا ہے وہ اس کے ذمہ دار ہیں اور تم پر جو بوجھ رکھا گیا ہے تم اس کے ذمہ دار ہو اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہی تمہیں ہدایت ملے گی، اور رسول کی ذمہ داری تو صاف صاف پیغام پہنچا دینے کی ہے۔

(۳) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا o

(النساء۔۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ پھیر لیا تو ہم نے آپ کو اس پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

(۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o (النساء۔۶۵)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے

تمام باہمی نزاعات میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ بھی آپ کریں اس پر دل میں تنگی نہ پائیں اور آپ کے فیصلہ کو خوشی خوشی تسلیم کریں۔

(۵) قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ٥ قُلۡ اَطِيۡعُو اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ٥ (آل عمران۔۳۱،۳۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت مہربان ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ایسے منکروں کو پسند نہیں کرتا۔

(۶) اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُه‘ اُمَّهٰتُهُمۡ (الاحزاب۔۰۶)

ترجمہ: نبی ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(۷) لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ٥ (الاحزاب۔۲۱)

ترجمہ: درحقیقت تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لئے جو اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے اور قیامت کے دن کا خوف رکھنے والا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔

(۸) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَه‘ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

(حجرات۔۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ تم ان سے اس طرح پکار کر باتیں کیا کرو جس طرح ایک دوسرے سے پکار کر باتیں کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

(۹) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَكُمْ○

(محمد۔۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

(۱۰) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَه‘ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ (الاحزاب۔۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر صلوۃ بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۱۱) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ○ (النجم۔۳،۴)

ترجمہ: وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جا رہی ہے۔

ان آیات سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

جو آیات ہم نے پیش کی ہیں یہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح اور دوٹوک ہیں۔ ان میں کسی تاویل اور ہیر پھیر کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کو اپنی اطاعت گردانا ہے اور رسول کی اطاعت کرنے پر ہی ہدایت کا دارومدار رکھا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ایمان اگر مطلوب ہے تو اپنے سارے مسائل کا حل اللہ کے رسول ﷺ سے کرانا پڑے گا۔ اگر رسول کے فیصلے پر دل میں تنگی بھی پیدا ہو تو اپنے ایمان کی خیر منانی پڑے گی۔ رسول ﷺ کے تمام فیصلوں کو سر بہ سر تسلیم کرنا ایک مومن کے لئے ناگزیر ہے۔ اللہ سے ایمان کا تقاضہ اس کی محبت ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسول ﷺ کی پیروی کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جیسا کیا ویسا ہی کرنے کو ''اتباع'' کہتے ہیں، نہ بڑھائے نہ گھٹائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶ میں فرمایا گیا کہ نبی کی ذات ایمان والوں پر ان کی جان سے زیادہ مقدم، زیادہ حق رکھنے والی اور زیادہ لگاؤ رکھنے والی ہے۔ ہمارا ہم پر وہ حق نہیں ہے جو نبی ﷺ کا ہم پر حق ہے اور سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۲۱ میں رسول ﷺ کی عملی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے سارے ایمان والوں

کے لئے ایک مثالی نمونۂ کردار کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم ترین مقام عطا فرمایا ہے اس کا ذکر سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱،۲ میں ہے۔ کوئی بے خبری میں بھی اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند کرے گا تو حبطِ اعمال کا خدشہ ہے۔ معلوم ہونا چاہئیے کہ حبطِ اعمال اس وقت ہوتے ہیں جبکہ آدمی ایمان سے خالی ہو کر کفر کے دائرہ میں چلا جاتا ہے! سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۳ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنے پر اعمال کے باطل ہونے کا اندیشہ ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی نوازشیں، عنایتیں اور رحمتیں اپنے نبی پر نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے نبی ﷺ کے حق میں دعائیں کر رہے ہیں پھر ایمان والوں کو بھی نبی کا یہ حق مان کر ان کے حق میں صلوۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مشرکین وحیٔ الٰہی کو اللہ کے رسول ﷺ کا افتراء، شاعری، کہانت کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم کی آیت نمبر ۲،۳ میں صاف فرما دیا کہ نبی ﷺ دین کے معاملہ میں نبی ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، صرف وہی بات کہتے ہیں جو وحی کے ذریعہ سے آپ پر نازل کی جاتی ہے۔ وحی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک وحی جو الفاظ کی شکل میں آتی ہے ''وحیٔ متلو'' کہلاتی ہے وہی قرآن ہے اور ایک وحی جو صرف معنی کی شکل میں آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی ''وحیٔ غیر متلو'' کہلاتی ہے وہ آپ ﷺ کی احادیث اور سنتیں ہیں۔ وحیٔ متلو کو ماننا اور وحیٔ غیر متلو کا انکار کرنا کفر کی بات ہے۔ یہ حقیقت ہے اس فرقہ کی جس نے اپنے آپ کو ''اہلِ قرآن'' کے نام سے

موسوم کر رکھا ہے۔قرآن کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔جب کہ یہ فرقہ بے شمار آیات کا انکار کر کے صریح کفر میں داخل ہو چکا ہے، چاہے وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھتے ہوں!

فرقۂ اہلِ حدیث کا جائزہ:

جس فرقہ کا طُرۂ امتیاز احادیثِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کا دعوی ہے، وہی فرقہ ان احادیث کی کھل کر مخالفت کرتا ہے جن میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اجماعِ امت سے جڑے رہنے کا تاکید ہے۔

(۱) عَنَ الْعِرْبَاضَ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ والسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فِاِنَّ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرٰی اِخْتَلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحَدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (احمد، ابوداود، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف چہرۂ انور کیا اور ہمیں خوب نصیحت ارشاد فرمائی کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل کانپنے لگے۔پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ نصیحت گویا رخصت ہونے والے کی وصیت کی طرح ہے کچھ اور بھی ارشاد فرما دیجئے۔

پس آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تاکید کرتا ہوں اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی اور اپنے امیر کی سننے اور اطاعت کرنے کی چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو نیک رو اور ہدایت یافتہ تھے۔ ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے بھی پکڑے رہو اور دانتوں سے بھی اور بچو تم نئی باتوں سے کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَاتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِىْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِىَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ

(ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ دور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا، جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر ان (بنی اسرائیل) کا کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کے لئے آیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جو یہ کام کر گزرے گا۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور

میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔

(۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو پس اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ سونا بھی اللہ کی راہ میں دے تو ان کے سیر اور آدھے سیر کو نہیں پہونچ سکتا۔

(۴) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَھُمْ قَوْمٌ یَشْھَدُوْنَ وَلَا یُسْتَشْھَدُوْنَ وَیَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ وَیُنْذِرُوْنَ وَلَا یُوْفُوْنَ وَیَظْھَرُ فِیْھِمُ السَّمَنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَیَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترینِ امت میرے زمانہ (قرن) کے صحابہ ہیں پھر اس سے جو متصل (تابعین) ہیں اور پھر اس سے جو متصل (تبع تابعین) ہیں۔ پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو بغیر طلب کے گواہی دیں گے، خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نذر مانیں گے اور نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا

اور ایک روایت میں ہے کہ بغیر قسم دلانے کے قسم کھائیں گے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں، اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں، میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ مت بناؤ جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت کریں گے۔

(۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ میری امت کو، یا یہ فرمایا کہ امتِ محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع

نہیں کریں گے اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ تنہاء ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو جو شخص جماعت سے جدا ہوا تنہاء ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ (احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے، بھیڑیا اس بکری کو اچک لیتا ہے جو ریوڑ سے علیحدہ ہونے والی، دور ہونے والی اور کنارے ہونے والی ہوتی ہے۔ بچو تم پہاڑ کے دروں سے، لازم پکڑو تم جماعت کو اور اجماع کو۔

(۹) عَنْ عُوَیْمِ بْنِ سَاعِدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا فَجَعَلَ لِیْ مِنْھُمْ وُزَرَاءَ وَاَنْصَارًا وَاَصْھَارًا فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

(حاکم، طبرانی، محاملی)

ترجمہ: عویم بن ساعدہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے اصحابؓ کو بھی چن لیا پھر ان میں سے بعض کو میرے وزراء اور بعض کو میرے انصار اور بعض کو میرے سسرالی رشتہ دار بنایا۔ پس جو انہیں برا بھلا کہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّكُ اَحَدٌ فِیْ اُمَّتِیْ فَاِنَّه' عُمَرُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن پر (اللہ کی طرف سے) الہام کیا جاتا تھا اور اگر میری امت میں کوئی ایک ہے تو وہ عمر ہیں۔

(۱۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَکَلُّفًا نِ خْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِیْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا عَلٰی اَثَرِهِمْ وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِیَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ کَانُوْا عَلَی الْهُدَی الْمُسْتَقِیْمِ (رزین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا جس کو کسی کی پیروی کرنا ہے

تو ان لوگوں کی پیروی کرے جو دنیا سے گزر چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی فتنہ سے امن میں نہیں ہوتا۔تو یہ گروہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔اس امت کا سب سے افضل طبقہ تھے، دل کے بہت نیک، علم کے بہت گہرے اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چن لیا تھا۔ پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو ان کے نقشِ قدم پر چلو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی سے پکڑے رہو کیونکہ یہ لوگ سیدھے ہدایت کے راستے پر تھے۔

احادیثِ رسول ﷺ تو آپ نے سن لیں، فرقۂ اہلِ حدیث کا عمل کن احادیث پر ہے؟ احادیثِ رسول ﷺ پر نہیں بلکہ ''حدیثِ نفس'' پر ہے! قرآن کی بے شمار آیات کے علاوہ ان احادیث میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور ان کی فضیلت واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ کے چُنیدہ اور پسندیدہ ہیں۔انبیائے کرامؑ کے بعد سارے انسانوں میں افضل گروہ ہیں، ان کا قول و عمل تمام امت کے لئے حجت ہے۔ اختلافات میں صحابہ کرامؓ ہی معیارِ حق ہیں، جنتی فرقہ کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں اور صحابہؓ کی جماعت سے جڑا ہوا ہو۔ دلائلِ شرعیہ میں قرآن اور سنت کے بعد تیسرے نمبر پر ''اجماعِ امت'' ہے۔یہ فرقہ ''اجماعِ صحابہؓ'' کا انکار کرتا ہے! تراویح کی بیس رکعت کا منکر ہے، ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک مانتا ہے، متعہ کی حرمت کا قائل نہیں ہے، عورتوں کے لئے جمعہ، جماعت اور عیدین کی

حاضری کو ضروری سمجھتا ہے! تراویح کی بیس رکعت کو ''بدعتِ عمری'' اور جمعہ کی اذانِ اول کو ''بدعتِ عثمانی'' قرار دے کر صحابہؓ کی توہین اور تنقیص کا مرتکب ہے، اس لئے لعنتِ الٰہی میں گرفتار ہے! آج گمراہی کے راستے پر بگ ٹٹ دوڑ رہا ہے کل ان شاء اللہ جہنم رسید ہوگا!

اس فرقہ نے چند فروعی مسائل، رفع یدین، آمین بالجہر، فاتحہ خلفِ امام وغیرہ جس میں صحابہؓ اور ائمہؒ کا اختلاف رہا ہے، کو اپنا میدانِ کار کے طور پر استعمال کر کے امت میں خوب اختلاف اور انتشار پیدا کیا اور اب بھی یہی ناخوش گوار فریضہ انجام دے رہا ہے! نصوصِ قرآن واحادیث کی تحریف کرتے ہوئے نہ اسے خدا کا ڈر ہوتا ہے نہ آخرت کا خوف!

یہ فرقہ ہندوستان میں انگریزوں کی غلامی کے دور کی پیداوار ہے۔ انگریزوں کی کاسہ لیسی کر کے اپنی جماعت کے لئے ''اہلِ حدیث'' کا نام الاٹ کرالیا۔ ہندوستان کی جنگِ آزادی جس میں تمام علماء اور عوام شریک رہے، یہ فرقہ انگریزوں کی تائید اور ان کا تعاون کرتا رہا! ان کے علماء کہلانے والا گروہ نے علمی اور عملی طور پر ایسی بھونڈی غلطیاں کی ہیں کہ انہیں چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے۔ مناظروں میں علمائے حق کے ساتھ بری طرح ہار جاتے ہیں پھر بھی اپنی گمراہی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں! اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دینی کتب میں لفظی اور معنوی تحریف کو آخری حربہ کے طور پر استعمال کر رہا ہے!!!

سنی جماعت:

مسلمانوں کے اندر ایک بڑی تعداد "سُنّی" یا "اہلِ سنت والجماعت" ہونے کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس پر فخر بھی کرتی ہے۔ان کی مساجد پر "مسجدِ اہلِ سنت والجماعت" کا عنوان لگا رہتا ہے۔سنت سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ ہے اور جماعت سے مراد صحابہ کرامؓ کی جماعت کا طریقہ ہے، نہ کہ کسی اور جماعت کا طریقہ۔ پتہ نہیں یہ کس کی سنت اور کس جماعت کے طریقے پر چلتے ہیں! ان کے یہاں اذان سے لے کر نماز، دعا، درود وسلام سب بدعتوں سے بھرا ہوا نظام ہے۔اذان اور اقامت سے پہلے درود وسلام، نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر زور زور سے سلام پڑھنا پتہ نہیں کس کی سنت ہے! نمازوں کے بعد اجتماعی جہری دعا، دعائے اول اور دعائے ثانی اور دعا میں فاتحہ کا التزام نہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا اور نہ صحابہ کرامؓ نے کیا۔ یہ لوگ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یا صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ بھی الفاتحہ کا اعلان کیا ہو! بزرگانِ دین کے عرس، صندل، قبر کا غسلِ شریف، چھلے، چھٹی، گیارہویں، بارہویں، کنڈے، جھنڈے، تعزیئے، پنجے، تابوت، عزاداری ہی ان کا دین ہے۔ان سارے اعمال کے لئے نہ قرآن کی کوئی دلیل ہے نہ سنت کی، نہ صحابہ کرامؓ نے کیا اور نہ ائمۂ کرامؒ نے۔ان کا پورا دین بدعتوں سے بھرا پڑا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے سختی سے بدعات سے منع فرمایا ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ

مِنۡهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں (قرآن اور سنت) سے نہیں ہے وہ بات قابلِ رد ہے۔

(۲) عَنۡ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ خَيۡرَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيۡرَ الۡهَدۡيِ هَدۡيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الۡاُمُوۡرِ مُحۡدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدۡعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بعد حمد وصلوۃ کے فرمایا کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین چیزیں وہ ہیں جو نئے سے نکالی گئی ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) عَنۡ اَبِي الۡهَيَّاجِ الۡاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِيۡ عَلِيٌّ اَلَا اَبۡعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيۡ عَلَيۡهِ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَنۡ لَّا تَدَعَ تِمۡثَالًا اِلَّا طَمَسۡتَه، وَلَا قَبۡرًا مُّشۡرِفًا اِلَّا سَوَّيۡتَه، (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہیاج اسدیؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا وہ یہ کہ کسی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑ اور نہ کسی اونچی قبر کو برابر کئے بغیر چھوڑ۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُجَصَّصُ الْقَبْرُ وَیُبْنٰی عَلَیْهِ وَاَنْ یُقْعَدَ عَلَیْهِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر کو (گچ وغیرہ سے) پختہ کیا جائے اور قبروں پر عمارت بنائی جائے اور قبروں پر بیٹھا جائے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عَیْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ اور میری قبر پر عید مت مناؤ اور تم مجھ پر درود وسلام پڑھتے رہو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود وسلام مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

(٦) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَلَاةً وَلَا صَوْمًا وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا یَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا تُخْرَجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ (کنز العمال۔۱۱۰۸)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بدعتی کی نہ نماز قبول کریں گے، نہ روزہ، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی فرض یا نفل نیکی۔ بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے بال

آٹے سے نکالا جاتا ہے۔

(۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اِحْتَجَرَ التَّوْبَۃَ عَلٰی صَاحِبِ کُلِّ بِدْعَۃٍ (کنز العمال۔۱۱۱۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبولیت سے روک دیا ہے (یہاں تک کہ بدعت کو نہ چھوڑے)۔

(۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ (شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایمان والا نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہشاتِ نفس میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہوں۔

(۹) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا اَوِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا (کنز العمال۔۱۱۲۰)

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کوئی بدعت ایجاد کی یا بدعتی کو پناہ دی یا اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا یا غیر آقا کی طرف منسوب کیا تو اس پر اللہ کی، سارے فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نہ اس کا فرض

قبول کریں گے نہ نفل۔

(۱۰) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وَّقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابرہیم بن میسرہؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تحقیق اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔

(۱۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ (موطا)

ترجمہ: حضرت مالک بن انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مرتے دم تک تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام بدعات اور محدثات سے بچائے اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۹) جلسۂ تقریبِ نکاح سے خطاب

نکاح کی تقریبات میں ناچیز کو خطبۂ نکاح پڑھانے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ وہاں پہونچنے پر اکثر لوگوں کا تقاضہ ہوتا ہے کہ کچھ بیان کیا جائے۔ چونکہ خطبۂ نکاح میں قرآن شریف کی چار آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تلاوت کی جاتی ہیں، ناچیز انہیں کا ترجمہ اور تشریح حاضرین کے سامنے رکھنا مناسب سمجھتا ہے اور اس سے بہتر چیز اس موقعہ کے لئے کیا ہوسکتی ہے۔ ایک غلط فہمی کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ خطبۂ نکاح میں قرآنِ کریم کی چار آیتیں پڑھی جاتی ہیں اکثر لوگ تین آیتیں سمجھتے ہیں۔ پہلی سورۂ نساء کی آیت نمبر:۱ ہے، دوسری سورۂ آل عمران کی آیت نمبر:۱۰۲ ہے، تیسری اور چوتھی سورۂ احزاب کی آیت نمبر:۷۰ اور ۷۱ ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o (النساء۔۱)

ترجمہ: اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا

اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو قطع کرنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o

(آل عمران۔۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا o

(الاحزاب۔۷۰،۷۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو وہ بڑی کامیابی سے ہم کنار ہو گیا۔

ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار مرتبہ تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ تقویٰ کا مادہ (Root Word) وقی، یقی یعنی بچانا ہے، اس کا فاعل واقٍ ہے یعنی بچانے والا۔ قرآن میں آتا ہے: وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ وَّاقٍ o (الغافر۔۲۱) یعنی اللہ

کے سوا ان کو کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ تقویٰ کے معنی بچنا اور پرہیز کرنا ہے۔ کسی ایک لفظ میں دین کا خلاصہ اور مغز بیان کیا جا سکتا ہے تو وہ لفظ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا اصل معنی نفس کو خوف کی چیز سے بچانا ہے، مجازاً کبھی خوف بول کر تقویٰ اور تقویٰ کہہ کر خوف مراد لیا جاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں نفس کو گناہوں سے بچانے کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ شریعت نے جن باتوں کو منع کیا ہے اس سے بچنا اور جن باتوں کا حکم دیا ہے اس کو بجالانا تقویٰ ہے۔ تقویٰ ہی ہدایت کی بنیاد ہے۔ نکاح کے ذریعہ سے ایک شخص کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اب تک وہ تنہاء زندگی کا سفر طئے کر رہا تھا اب اس کو ایک رفیقِ سفر مل گیا۔ دونوں کے ملاپ سے ایک خاندان وجود میں آئے گا اور اولاد ہوگی پھر اولاد کی اولاد ہوگی اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ جس خاندان سے وہ نکاح کر رہا ہے وہ لوگ بھی تعلق اور ربط میں آجائیں گے۔ ان سب معاملات کو صحیح طریقہ پر انجام دینے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ تقویٰ ہے۔ خدا سے ڈرتے ہوئے، آخرت کی بازپرس کا احساس کرتے ہوئے معاملات کو انجام دینے پر ہی ازدواجی زندگی خوش گوار ہوگی ورنہ ناخوش گواریوں کا ایک سلسلہ شروع ہوجائے گا جو مرتے دم تک چلتا رہے گا۔

سورۂ نساء کی پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے انسانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کریں اور یہ بتایا کہ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پسلی سے حضرت حوّاؑ کو پیدا کیا اور ان دونوں کے ملاپ سے

بے شمار اولاد پیدا ہوئی جس سے ہماری یہ دنیا آباد ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ رکھنے والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اسی آیت میں فرمایا گیا کہ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور رشتے اور ناتوں کو توڑنے سے بچو، اللہ کے نزدیک شرک کے بعد قطع رحمی بہت بڑا گناہ ہے۔ تقوی کا سب سے بنیادی درجہ یہ ہے کہ آدمی کفر اور شرک سے بچے اس کے بغیر آدمی کو ایمان ہی نصیب نہیں ہوسکتا، دوسرا درجہ تمام حرام کردہ چیزوں سے بچنا ہے، تیسرا درجہ مشتبہات سے بچنا ہے اور چوتھا درجہ کثرتِ مباح سے بچنا ہے۔ افسوس کہ بہت سے ہمارے مسلمان بھائی کفر اور شرک میں مبتلاء ہیں۔ جو باتیں قرآن وحدیث سے قطعی الثبوت ہیں ان کا انکار کرنے یا شک کرنے یا ان کا مذاق یا توہین کرنے پر آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے پاس کہاں رحم ہے تو کافر ہو جائے گا۔ ناچیز نے لوگوں کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، جب وہ مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے تو کہنے لگے کہ اللہ کے پاس کہاں کا رحم ہے، اللہ تو رحم جھاڑ لے کر بیٹھا ہے! اس طرح بہت سے لوگ شرک میں مبتلاء ہیں۔ انبیاء، اولیاء، شہداء کو اللہ کے صفات اور اختیارات میں شریک کرتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں، مصیبت میں ان کی دُہائی دیتے ہیں، یا خواجہ، یا علی، یا غوث وغیرہ یہ سب شرکیہ کلمات ہیں۔ ان بزرگوں کے تعلق سے ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ ان کی فریاد کو پہنچتے ہیں اور ان کی مصیبت

کو دور کرتے ہیں۔ نکاح ہونے کے بعد اگر اولاد ہونے میں دیر ہوتی ہے تو بزرگوں سے منتیں مانگنے لگتے ہیں، درگاہوں کے چکر کاٹنے لگتے ہیں، مزاروں کا طواف اور سجدے کرنے لگتے ہیں، یہ سب شرکیہ اعمال ہیں، اللہ کے سوا نہ کوئی مصیبت کو دور کرسکتا ہے اور نہ راحت لاسکتا ہے۔ صاف فرمایا گیا:

۱) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ بِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O

(یونس۔۱۰۷)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے نفع پہنچانا چاہے تو اس کو کوئی لوٹانے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عالمِ آخرت میں سارے گناہوں کو معاف کردیں گے لیکن شرک اور کفر کو ہرگز معاف نہیں کریں گے اور ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور وہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ فرمایا گیا:

۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِافْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا O (النساء۔۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کریں گے کہ ان کے ساتھ کسی

کو شریک ٹھہرایا جائے اور شرک سے کم درجہ کے گناہوں کو جس کو چاہے بخش دیں گے جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

۳) اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَمَاۡوٰىہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ۝ (المائدہ۔۷۲)

ترجمہ: بے شک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈریں جیسے ڈرنے کا حق ہے یعنی جس طرح کفر وشرک سے بچتے ہو اسی طرح تمام گناہوں سے بچا کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی پوری طرح اطاعت کریں۔ نیز اس بات کا حکم دیا گیا کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی مرتے دم تک ایمان اور اسلام پر قائم رہو۔ حقِ تقویٰ کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر اصحاب نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس طرح نقل فرمائی ہے: حَقَّ تُقَاتِہٖ ھُوَ اَنۡ یُّطَاعَ فَلَا یُعۡصَ وَیُذۡکَرَ فَلَا یُنۡسٰی وَیُشۡکَرَ وَلَا یُکۡفَرَ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقِ تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ کی اطاعت کی جائے، کوئی کام اس کی اطاعت کے خلاف نہ کیا جائے، ہمیشہ اللہ کو یعنی اس کے احکام کو یاد رکھا جائے اور کبھی نہ بھلایا جائے اور ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور کبھی اس کی ناشکری نہ کی جائے۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ حقِ تقویٰ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت اور برائی کی پرواہ نہ کی جائے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہا جائے اگرچہ انصاف کرنے میں خود اپنے نفس یا اپنی اولاد یا ماں باپ ہی کا نقصان ہوتا ہو، بعض ائمہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک حقِ تقویٰ ادا نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔ انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اسے ایمان نصیب ہو اور حقیقی خوش نصیبی یہ ہے کہ ایمان پر اس کا خاتمہ ہو۔ جو شخص حقِ تقویٰ پر قائم رہے ان شاء اللہ اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔

سورۂ احزاب کی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ اللہ سے ڈر کر سچی، سیدھی اور پختہ بات کہا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنوار دیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدھی بات کہنے پر جو اصلاحِ اعمال کا وعدہ ہے وہ صرف دینی اعمال ہی نہیں بلکہ دنیا کے سب کام بھی اس میں شامل ہیں۔ جو شخص ''قولِ سدید'' کا عادی ہو جائے یعنی کبھی جھوٹ نہ بولے سوچ سمجھ کر کلام کرے، جو خطا اور لغزش سے پاک ہو، کسی کو فریب نہ دے اور دل خراش بات نہ کرے تو اس کے اعمالِ آخرت بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کامیابی کا راز جو بیان فرمایا ہے وہ شریعت کی اطاعت ہے نہ کہ رسم ورواج کی پابندیاں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر ہم لوگ اکثر اپنے باپ دادا کے طریقے اور

رسم ورواج پر چلنے کے عادی ہیں۔شریعت کا کوئی حکم بتایا جاتا ہے تو بلا تکلف لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایسا ہی رسم ورواج ہے! شریعت کے مقابلہ میں رسم ورواج کو پیش کرنا یہ تو کفر کی بات ہے۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک کتاب ''اصلاح الرسوم'' اس سلسلہ میں لکھی ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کس طرح رسم ورواج میں جکڑے ہوئے ہیں اور برباد ہورہے ہیں۔شریعت نے نکاح کو بہت آسان بنایا ہے، ہمارے رسم ورواج نے اسے انتہائی دشوار بنا کر رکھ دیا ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ جو پڑھی جاتی ہے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ یعنی نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔نکاح جب سنتِ رسول ﷺ ہے تو سنت کے مطابق ہی کرنا چاہئیے اسی میں خیر و برکت ہوگی۔نکاح آدمؑ سے لے کر جنت تک چلنے والی سنت ہے، ہر جنتی کی زوجیت میں اللہ تعالیٰ دنیا کی دوعورتیں اور ستر حوریں دیں گے۔کثرتِ ازواج اور کثرتِ اولاد انبیائے کرامؑ کی سنت ہے۔نکاح سے اعراض کرنا انبیائے کرامؑ کی سنت سے اعراض کرنا ہے اور یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔
اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرْکَۃً اَیْسَرَہٗ مَئُوْنَۃً یعنی بہت بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم محنت ہو یعنی کم سے کم خرچ ہو۔

تقوی کے تعلق سے کسی قدر تفصیل سے بات آ چکی ہے، اللہ کے رسول ﷺ

نے نکاح کی فضیلت اور اہمیت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِیْ نِصْفِ الْبَاقِیْ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نکاح کیا اس نے اپنے آدھے دین کی تکمیل کی اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس نکاح کو برکت والا نکاح بنائے، زوجین کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق دے، دونوں خاندانوں میں الفت ومحبت پیدا کرے اور زوجین کو صالح اولاد عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۰) صدق (سچائی)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o قَالَ اللّٰہُ هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ o

(المائدہ۔۱۱۹)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا آج وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کو ان کا سچ کام آئے گا ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

عام طور پر واقع کے مطابق قول کو ''صدق'' اور خلافِ واقع کو ''کذب'' سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدق و کذب عام ہے یعنی قول اور عمل دونوں کو شامل ہے، چنانچہ اس حدیث میں خلافِ واقع عمل کو کذب کہا گیا ہے، مَنۡ تَحَلّٰی بِمَا لَمۡ یُعۡطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوۡبَیۡ زُوۡرٍ (مشکوۃ) ''یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو ایسے زیور سے آراستہ کرے جو اس کو نہیں دیا گیا یعنی کسی ایسی صفت

یا عمل کا دعویٰ کرے جو اس میں نہیں ہے تو گویا اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے“

ایک دوسری حدیث میں علانیہ اور تنہائی میں اچھی طرح نماز پڑھنے والے کو سچا بندہ کہا گیا ہے، ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰی فِی الْعَلَانِیَةِ فَاَحْسَنَ وَصَلّٰی فِی السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذَاعَبْدِیْ حَقًّا (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جو بندہ علانیہ اچھی نماز پڑھتا ہے اور تنہائی میں اچھی نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہ میرا سچا بندہ ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ میدانِ حشر میں پوچھیں گے کہ کیا تم نے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی تھی کہ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا بنا لیں؟ حضرت عیسیٰؑ علی رؤس الاشہاد کہیں گے کہ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے، میں جب تک زندہ رہا ان سے یہی کہتا رہتا کہ اللہ میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے بس اسی کی عبادت کرو۔ اس مکالمہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ آج جو لوگ سچے ہیں ان کو ان کی سچائی (عقائد، اعمال اور اقوال) کام آئے گی۔ ان کے لئے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ایک

حدیث میں آتا ہے کہ جنت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بڑی نعمت یہ ہے کہ میں تم سے راضی ہوں اب کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔ اس سے بڑی کامیابی کیا ہوگی کہ خالق اور مالک بندے سے راضی ہو جائے۔ (معارف القرآن ملخصاً)

صدق کہتے ہیں قائل کا قول، ضمیر اور واقعہ دونوں کے مطابق ہو۔ یعنی جو بات کہنے والے کے عقیدے کے مطابق بھی ہو اور واقعہ کے مطابق بھی ہو اس کو سچ کہیں گے۔ منافقین کا قول نقل کر کے اللہ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے، چنانچہ سورۂ منافقون میں فرمایا گیا:

اِذَاجَآءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُه‘ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ O (المنافقون۔۰۱)

ترجمہ: جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں یعنی جو کہتے ہیں اس پر اعتقاد نہیں۔

قول کے علاوہ صدق و کذب کا اطلاق کبھی عقیدہ اور خیال پر بھی ہوتا ہے کبھی افعال پر بھی ہوتا ہے۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب۔۲۳) کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ان کاموں کو جن کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا سچ کر دکھایا اور حق ادا کر دیا۔ کبھی ہر اس شئے پر جو ظاہراً اور باطناً فضل و شرف

رکھتا ہو صدق کا اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ: مَقْعَدَ صِدْقٍ (القمر۔۵۵) یعنی معزز مجلس اور قَدَمَ صِدْقٍ (یونس۔۲) یعنی بلند مرتبہ۔ (قاموس القرآن)

صدق (سچائی) تمام صفات میں بنیادی اور سب سے اہم صفت ہے۔ اس صفت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو، اپنے انبیاء ورسل کو اور مخلص ایمان والوں کو متصف فرمایا ہے۔

(۱) وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (النساء۔۸۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہے؟

(۲) وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (الزمر۔۳۳)

ترجمہ: اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور جنہوں نے اس سچی بات کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔

(۳) اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ (آل عمران۔۱۷)

ترجمہ: یہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرماں بردار، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحر کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔

صفتِ صدق کی بنیاد پر ہی نبی ﷺ نے اپنی دعوتِ دین کا آغاز کیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ فَصَعِدَ النَّبِىُّ ﷺ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِىْ يَابَنِىْ فِهْرٍ يَابَنِىْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ

اَرَاَيۡتَكُمۡ لَوۡ اَخۡبَرۡتُكُمۡ اَنَّ خَيۡلًا بِالۡوَادِیۡ تُرِيۡدُ اَنۡ تُغِيۡرَ عَلَيۡكُمۡ اَكُنۡتُمۡ مُصَدِّقِیَّ قَالُوۡا نَعَمۡ مَا جَرَّبۡنَا عَلَيۡكَ اِلَّا صِدۡقًا قَالَ فَاِنِّیۡ نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَیۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ فَقَالَ اَبُوۡ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الۡيَوۡمِ اَلِهٰذَا جَمَعۡتَنَا فَنَزَلَتۡ تَبَّتۡ يَدَا اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھے اور وہاں سے پکارنا شروع کیا اے بنی فہر، اے بنی عدی، قریش کی تمام شاخوں کو نام بنام پکارنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم لوگ پہلے مجھے بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر اترا ہے اور وہ تمہیں غارت کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا جانو گے؟'' ان سب نے ایک زبان ہو کر کہا بے شک ہمارا ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ جب کبھی تم نے کوئی بات کہی تو سچی کہی ہے تم سے ہم نے کبھی سچ کے سوا کوئی بات نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! خدا کی طرف سے میں سخت ترین عذاب کے اترنے سے پہلے ڈرانے والا مامور کیا گیا ہوں۔ ابولہب یہ بات سن کر بولا سارا دن تیرے لئے تباہی ہو کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورۃ تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ نازل ہوئی۔

صفتِ صدق کے اندر یہ خاصیت ہے کہ اگر وہ صحیح معنوں میں اپنا عمل کرتی ہے تو تمام ہی دین کی خوبیوں کو جمع کر لیتی ہے۔ صادقین اپنے اندر تمام جامع صفات

رکھنے والے ہوتے ہیں، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ اس بات کی شاہد ہے:

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ○ (البقرہ۔۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر، اور آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لائے اور مال کی محبت اور احتیاج کے باوجود قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں دے اور نماز کو قائم کرے اور زکوۃ دیتا رہے اور وہ لوگ جو بھی عہد کریں اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں، تنگدستی، بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہوں یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اس آیت میں بِرّ (نیکی)، صدق (سچائی) اور تقویٰ (پرہیزگاری) کا جامع تصور پیش کیا گیا ہے۔

۱) سب سے اولین چیز ایمانیات ہے۔

۲) اللہ کی محبت میں احتیاج کے باوجود اپنا دل پسند مال خرچ کرنا ہے۔

۳) نماز کو قائم کرنا ہے۔

۴) زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے۔

۵) اپنے معاہدوں کو پورا کرنا ہے۔

۶) ناگوار حالات پر صبر کرنا۔

مندرجہ بالا صفات جن لوگوں میں پائی جاتی ہیں وہی ابرار ہیں وہی متقین ہیں اور وہی صادقین ہیں۔

صفتِ صدق کی اہمیت کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی آیتِ قرآنی کی طرح جامع ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَايَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچ کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ کہتا ہے اور سچائی ہی کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے۔ بچو تم جھوٹ سے کیونکہ جھوٹ فسق و فجور

کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شخص جھوٹ کہتا ہے اور ہمیشہ جھوٹ ہی کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

فائدہ: اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جانا اس بات کی ضمانت ہے کہ اسے صدیقیت کا مقام حاصل ہے اور اس کے لئے وہ اجر وثواب ہے جو صدیقین کے لئے ہے اس طرح اللہ کے نزدیک کسی کا کذاب لکھا جانا یہ مطلب ہے کہ اس کے لئے وہ سزا ہے جو جھوٹے لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

صراطِ مستقیم کی پہچان:

سورۂ فاتحہ میں ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر کے صراطِ مستقیم کی دعا کرتے ہیں۔ صراطِ مستقیم تو وہ لوگ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ صراطِ مستقیم کی پہچان اس راستے پر چلنے والے لوگوں سے کرائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا○ (النساء۔۶۹)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بڑے اچھے رفیق ہیں۔

فائدہ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نبی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے یعنی فرشتہ ظاہر ہوکر پیغام دے جاتا ہے اور صدیقین وہ ہیں جو وحی میں آئے ان کا دل آپ ہی اس پر گواہی دے۔ شہداء وہ ہیں جن کو پیغمبر کے حکم پر ایسا یقین آتا ہے کہ اس پر جان دے دیتے ہیں اور صالحین وہ ہیں جن کی طبیعت نیکی پر پیدا ہوئی ہے۔

صادقین کی صحبت میں رہنے کا حکم:

تین صحابہ کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ جنگِ تبوک میں باوجود قدرت و وسعت کے جانے سے پیچھے رہ گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی توبہ کا معاملہ موخر رکھا گیا تھا۔ پچاس دن کے بعد ان کو توبہ کی قبولیت کا مژدہ سناتے ہوئے تمام ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ہمیشہ سچوں کی صحبت میں رہیں۔ منافقین بہانے بنا کر جنگ میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے اور یہ تین صحابی بھی بغیر عذر کے جہاد میں شرکت نہ کر سکے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○ (التوبہ۔۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کی صحبت میں رہو۔

جھوٹ ایمان کی ضد ہے:

(۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان جھوٹ اور خیانت کے علاوہ ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

(۲) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّه' قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَه' اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَه' اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت صفوان بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے، پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے، پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات پائی جائے تو سمجھو کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک

کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ ۱) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے ۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے ۳) جب وہ قول وقرار کرے تو اس کے خلاف کرے ۴) جب جھگڑے تو گالی گلوج کرنے لگے۔

نجات سچائی میں ہے:

(۱) عَنْ هَنَّادٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَحَرَّوْا الصِّدْقَ وَاِنْ رَاَيْتُمْ اَنَّ فِيْهِ الْهَلَكَةَ فَاِنَّ فِيْهِ النَّجَاةُ وَاجْتَنِبُوْا الْكَذِبَ وَاِنْ رَاَيْتُمْ فِيْهِ النَّجَاةُ فَاِنَّ فِيْهِ الْهَلَكَةَ (کنز العمال۔ ۶۸۵۶)

ترجمہ: حضرت ہنادؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچائی کو اختیار کرو اگر چہ بظاہر ہلاکت نظر آئے درحقیقت اسی میں نجات ہے، جھوٹ سے بچو بظاہر اس میں نجات نظر آئے درحقیقت اسی میں ہلاکت ہے۔

(۲) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا خَيْرَ فِيْمَا دُوْنَ الصِّدْقِ مِنَ الْحَدِيْثِ مَنْ يَكْذِبُ يَفْجُرُ وَمَنْ يَفْجُرُ يَهْلِكُ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ حُفِظَ مِنْ ثَلَاثٍ الطَّمَعُ وَالْهَوٰى وَالْغَضَبُ (کنز العمال۔ ۸۷۰۶)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچی بات کے علاوہ کسی بات میں بھلائی نہیں ہے۔ جس نے جھوٹ کہا اس نے گناہ کیا اور جو گناہ کرتا ہے ہلاک ہوتا ہے وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کی تین چیزوں سے حفاظت کی گئی۔ لالچ، خواہشاتِ نفس اور غصہ۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا عَلِیُّ لَا تَکْذِبْ وَعَلَیْكَ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ ضَرَّكَ فِی الْعَاجِلِ کَانَ فَرَجًا فِی الْاٰجِلِ (کنز العمال۔۸۷۰۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی کبھی جھوٹ مت بولو ہمیشہ سچ کو لازم پکڑو اگرچہ دنیا میں تمہارا نقصان ہوگا لیکن آخرت میں کشادگی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو صدق کو اختیار کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق دے اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ ہم دنیا میں سچوں کی صحبت میں رہیں اور آخرت میں ہمارا حشر صدیقین کے ساتھ ہو۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۱) دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (الاعراف۔۱۷۹)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے (حقیقت کو) دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان بھی ہیں لیکن اس سے (حق کو) سننے کا کام نہیں لیتے یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی گمراہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلسہ میں اس ناچیز کو علامہ اقبالؔ کے درجہ ذیل شعر کا مصرع ''دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں'' بطور موضوع دیا گیا ہے:۔

خِرد نے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل   دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مضمون تو بہت طولانی ہے اور تفصیل چاہتا ہے مگر وقت بہت مختصر ہے لہٰذا صرف اشارات ہی کیئے جاسکتے ہیں۔

دل کی اہمیت:

قرآنِ کریم میں قلب (دل) اس کی جمع قلوب کا ذکر ۱۳۵ مرتبہ، صدر (سینہ) اس کی جمع صدور کا ذکر ۴۵ مرتبہ آیا ہے اور فواد (دل) اس کی جمع افئدۃ ۱۷ مرتبہ آیا ہے، اس طرح کل قرآنِ مجید میں ۱۸۷ مرتبہ دل کا ذکر آیا ہے۔ احادیثِ شریفہ میں تو بے شمار مرتبہ دل کا ذکر آیا ہے۔ دل کی حقیقت جاننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ (المعجم المفہرس)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب کی تحقیق:

تفسیر مظہری میں قاضی صاحب نے سورۂ حجر کی آیت نمبر ۲۹: فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ ۝ (پھر جب میں اس کو ٹھیک کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ) کی تفسیر میں روح، نفس اور قلب کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے۔ روح کی دو قسمیں ہیں: ۱) علوی اور ۲) سفلی۔

روحِ سفلی وہ بخارِ لطیف ہے جو بدنِ انسانی کے عناصرِ اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا سے پیدا ہوتا ہے اس روحِ سفلی کو نفس کہا جاتا ہے۔ روحِ علوی مادہ سے مجرد اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کی حقیقت کا ادراک مشکل ہے۔ روحِ علوی

کشفی نظر سے اوپر نیچے پانچ درجات رکھتی ہے: ۱) قلب ۲) روح ۳) سِرّ ۴) خفی ۵) اخفی۔ یہ سب عالمِ امر کی چیزیں ہیں، جس کی طرف قرآنِ کریم نے ارشاد فرمایا کہ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ [الاسراء۔۸۵] (آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے)۔

روحِ سفلی کو روحِ علوی کا آئینہ بنا دیا گیا ہے جیسے کہ آئینہ جب سورج کے مقابل کیا جاتا ہے تو سورج کے بہت دور رہنے کے باوجود اس کا عکس آ جاتا ہے اور روشنی کی وجہ سے وہ بھی سورج کی طرح چمک اٹھتا ہے اور اس کی حرارت بھی اس میں آ جاتی ہے۔ روحِ سفلی کا روحِ علوی کے جس لطیفہ سے تعلق قائم ہوتا ہے وہ قلب ہے۔ اس سے قلب کی اہمیت ظاہر ہے۔ سوچنا، سمجھنا، احساس وادراک کرنا، فیصلہ کرنا، عقل سے کام لینا، ارادہ اور اختیار کو استعمال کرنا، کسی بھی امور کو انجام دینا، اچھے اور برے جذبات کا احساس کرنا یہ سب دل کی طرف ہی منسوب کیئے جاتے ہیں۔ دل کی حیثیت جسم میں بادشاہ کی طرح ہے جو احکام کو صادر کرنے والا ہوتا ہے۔ جسم کے مختلف اعضاء اس کی تعمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ شعر میں نگاہ کا لفظ آیا ہے، نگاہ تو دل کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ درجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ۝

(الحج۔۴۶)

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے ،ان کے کان ایسے ہوتے کہ ان سے سننے لگتے اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

اس حقیقت کی شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب   یہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل معاملہ دل ہی سے ہے۔دل کے متعلق قرآن میں تین الفاظ آئے ہیں۔قلب،صدر اورفواد۔صدر (سینہ) سے دل ہی سے مراد ہے۔جیسا کہ درجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (الاعراف۔۴۳)

ترجمہ: اور ہم ان (اہلِ جنت) کے سینوں سے دنیوی رنجش نکال دیں گے اور یہ ایسی جنتوں میں ہوں گے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ٥ (الحشر۔۱۰)

ترجمہ: ائے ہمارے رب ہماری اور جو ایمان والے ہم سے پہلے سبقت کر گئے ہیں ان کی بخشش فرمادے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے رنجش کو جگہ نہ دے بے شک تو بہت شفقت کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت میں غل (رنجش) کی جگہ سینے اور سورۂ حشر کی آیت

میں غل کی جگہ قلوب بتائی گئی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ سینہ سے مراد قلب (دل) ہی ہے۔

تخلیقِ انسانی میں اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O (النحل ـ ۷۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤوں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اسی نے تم کو کان، آنکھیں اور دل عطا کئے تا کہ تم اس کے احسان کا شکر بجالاؤ۔

۲) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ O

(المومنون ـ ۷۸)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے لیکن تم لوگ بہت کم ہی شکر بجالاتے ہو۔

چونکہ ان آیات میں دل کا ذکر دوسرے اعضائے انسانی کی تخلیق کے ساتھ آیا ہے اس سے مراد تشریح الابدان والا دل (Anatomical Herat) مراد ہونا چاہئیے ۔قرآن میں قلب اور فواد کو ایک دوسرے کے بدل میں استعمال کیا گیا ہے گویا دونوں مترادف ہی ہیں۔ چنانچہ درجہ ذیل آیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

۱) مُھْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُ وْسِھِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ وَاَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌO

(ابراہیم۔۴۳)

ترجمہ: (یہ لوگ) اپنے سر اوپر اٹھائے ہوئے دوڑ رہے ہوں گے ان کی نگاہ بھی خود ان کی طرف نہ پھرے گی اور ان کے دل اڑ گئے ہوں گے۔

۲) اِذْجَآءُ کُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَاO (الاحزاب۔۱۲)

ترجمہ: جب وہ مخالف لشکر تم پر تمہارے اوپر کی جانب سے اور تمہارے نیچے کی جانب سے چڑھ آئے اور جب (تمہاری) آنکھیں پھر گئیں اور (تمہارے) دل گلوں تک آ گئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

قلب کے معنی اور مراد:

''قلب'' کے معنی الٹنا پلٹنا کے ہیں۔اسی سے لفظ ''انقلاب'' آتا ہے جس کے معنی بہت بڑی تبدیلی اور الٹ پھیر کے ہیں۔علمِ تشریحِ الاعضاء میں قلب صنوبری شکل کے اس گوشت کے لوتھڑے کو کہتے ہیں جو انسان کے سینے کے بائیں پہلو میں ہے، چونکہ یہ دورانِ خون کا آلہ ہے، ہر وقت حرکت میں رہتا ہے اس لئے قلب کے نام سے موسوم ہوا۔علم النفس کی زبان میں قلب اس لطیفۂ روحانی کو کہتے ہیں جو حواس کے جمع کئے ہوئے معلومات و مدرکات کو ترتیب دے کر نتائج و احکام کا استخراج کرتی ہے اور مناسب اور نا مناسب اور خوشگوار اور نا خوشگوار امور کے مخفی

احساسات کو قبول کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ قلب کا اطلاق "عقل" (Wisdom) کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور وجدانِ روحانی پر بھی، جسے آج کل کی زبان میں "ضمیر" (Conscience) کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم نے بے شمار مقامات پر قلب کا استعمال "عقل وسمجھ" (Mind) کے معنی میں کیا ہے۔ ہماری اوپر گزری ہوئی بحث میں قرآنی آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قلب، صدر اور فواد تینوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ یہ حقیقت بھی ہمارے ذہن میں ہونی چاہیئے کہ قرآن سائنس کی زبان میں کلام نہیں کرتا بلکہ ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ (قاموس القرآن بتغیرِ یسیر)

بدنِ انسانی میں ایک اہم عضو "دماغ" ہے جو تحصیلِ علم، اخذِ معلومات اور حفظِ معلومات کا محل سمجھا جاتا ہے۔ دل اور دماغ میں کیا ربط ہے اس کا ہمارے زمانے میں کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد سمجھنا آسان ہوگیا۔ انسانی دماغ ایک کمپیوٹر کی طرح ہے، دل اور دماغ دونوں کا ربط اس طرح ہے جس طرح کمپیوٹر اور اس کا چلانے والا۔ قرآنِ حکیم نے جہاں تحصیلِ علم، اخذِ معلومات اور حفظِ معلومات کو دل کی طرف منسوب کیا ہے وہاں دماغ ہی مراد ہے۔

۱) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّه‘ نَزَّلَه‘ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (البقرہ۔۹۷)

ترجمہ: آپ پوچھیئے کون ہے جو جبریلؑ کا دشمن؟ تو ہوا کرے۔ جبریلؑ نے یہ قرآن

اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کیا ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور ہدایت اور خوش خبری ہے ایمان لانے والوں کے لئے۔

۲) وَاِنَّه' لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o (الشعراء۔۱۹۴-۱۹۲)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس کو آپ کے دل پر ایک امانت دار فرشتہ نے نازل کیا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

۳) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَه' وَقُرْاٰنَه' o فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه' o (القیٰمہ۔۱۷، ۱۸)

ترجمہ: بے شک اس قرآن کو آپ کے سینے میں جمع کر دینا اور اس کا آپ کی زبان سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے اور جب ہم اس کو پڑھنے لگیں تو آپ توجہ کے ساتھ اس قرأت کے تابع رہئیے۔

فرائضِ قلب:

۱) ارادہ وعمل:

۱) وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاo (الاحزاب۔۵)

ترجمہ: اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ پر جو دل سے ارادہ کرو اس پر مواخذہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

۲) لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌO (البقرہ۔۲۲۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری بیہودہ قسموں پر تم کونہیں پکڑتا لیکن ان قسموں پر پکڑتا ہے جن کا تمہارے دلوں نے قصد کیا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا تحمل کرنے والا ہے۔

ب) سوچنا اور سمجھنا:

۱) وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَO (الاعراف۔۱۷۹)

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے (حقیقت کو) دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان بھی ہیں لیکن اس سے (حق کو) سننے کا کام نہیں لیتے یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی گمراہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔

۲) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِO (الحج۔۴۶)

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے، ان کے کان ایسے ہوتے کہ ان سے سننے لگتے اصل بات یہ ہے کہ آنکھیں

اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

ج) **ایمان اور کفر:**

ایمان اور کفر کا محل انسان کا قلب ہے۔

۱) وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ O (الحجرات۔۷)

ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اس سے تمہارے دلوں کو زینت دی اور کفر، فسق اور نافرمانی سے تمہارے دل کو نفرت دی یہی لوگ ہیں نیک راہ پر چلنے والے ہیں۔

۲) قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡآ اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ (الحجرات۔۱۴)

ترجمہ: دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم فرماں بردار ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

۳) اِلٰـھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مُّنۡکِرَۃٌ وَّھُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ O (النحل۔۲۲)

ترجمہ: تمہارا معبودِ برحق تو اکیلا معبود ہے سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرنے والے ہیں اور وہ لوگ بڑے سرکش ہیں۔

د) جذبات اور احساسات:

۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُه‘ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَO (الانفال۔۲)

ترجمہ: بس ایمان والے تو وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو قوی تر کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔

۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُO (الرعد۔۲۸)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور اللہ کی یاد سے ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے خوب سن لو اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

ہ) ذکر و غفلت:

۱) وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَه‘ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُه‘ فُرُطًاO (الکہف۔۲۸)

ترجمہ: اور آپ اس کی بات مت مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے گزر گیا ہے۔

۲) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَO (الاعراف۔۲۰۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کو صبح اور شام دل سے عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کیا کرو اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو اور غافل لوگوں میں سے مت ہو۔

و) اچھے اور برے صفات:

۱) لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ (الحج۔۵۳)

ترجمہ: اس لئے کہ (اللہ تعالیٰ) شیطان کے ڈالے ہوئے شکوک کو ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں آزمائش کا ذریعہ بنائے۔

۲) فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ (الزمر۔۲۲،۲۳)

ترجمہ: خرابی ہے ایسے لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اس کتاب سے ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہوتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

۳) اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ وَلَا يَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ

وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ○ (الحدید۔۱۶)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور جو دینِ حق نازل ہوا ہے اس کے آگے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی اور ان کے دل سخت ہو گئے اور اکثر لوگ ان میں سے فاسق تھے۔

ز) قلبِ سلیم اور قلبِ مریض:

۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ○ (الشعراء۔۸۸،۸۹)

ترجمہ: اس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے کام آئیں گے ہاں وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے پاس بے روگ دل لے کر حاضر ہوگا۔

۲) فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ○ (البقرہ۔۱۰)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔

ح) دل کا کھلنا اور تنگ ہونا:

۱) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ○ وَيَسِّرْلِىْٓ اَمْرِىْ○ (طہٰ۔۲۵،۲۶)

ترجمہ: اے اللہ میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے۔

۲) وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ (الانعام۔۱۲۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے سینے کو تنگ کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ایمان لانا ایسی مصیبت معلوم ہوتا ہے گویا آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

ط) دلوں پر زنگ لگنا:

ا) کَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ○ (التطفیف۔۱۴)

ترجمہ: ہرگز نہیں ان کے (آخرت کا انکار کرنے والوں کے) دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے جو یہ اعمال کیا کرتے تھے۔

ی) دلوں پر مہر لگنا:

ا) کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ (الروم۔۵۹)

ترجمہ: یوں مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے۔

۲) اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰہُمۡ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ وَعِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ (المومن۔۳۵)

ترجمہ: جو لوگ بغیر دلیل کے جو ان کو ملی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک یہ رویہ بڑا ناپسندیدہ ہے اس طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

۳) اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَقَلۡبِہٖ

وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ○

(الجاثیہ۔۲۳)

ترجمہ: بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو خدا بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علمِ صحیح کے بعد گمراہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کان پر اس کے دل پر مہر لگا دی اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے بعد اس کو کون صحیح راستہ دکھا سکتا ہے کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ؟

احادیثِ نبوی ﷺ کے ذخیرہ سے چند احادیث دل کے متعلق پیش کی جاتی ہیں:

۱) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِیْنِہٖ وَعِرْضِہٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَالرَّاعِیْ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّرْتَعَ فِیْہِ اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کو اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑا حرام میں پڑے گا جس طرح کہ ایک

چرواہا ممنوع چراگاہ کے اطراف اپنے جانور چراتا ہے قریب ہے کہ اس کے جانور اس میں گھس کر چرنے لگیں۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک ممنوع چراگاہ ہے اور سنو اللہ کی ممنوع چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خبردار! انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوجاتا ہے تو سارا بدن درست ہوجاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے خوب سن لو کہ وہ انسان کا دل ہے۔

اردو زبان کے مشہور شاعر جگر مراد آبادی نے اپنے شعر میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

دل سا دوست نہ دل سا دشمن — کامل رہبر، قاتل رہزن

۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يَصْرِفُهٗ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسانوں کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو تیری اطاعت کی طرف پھیر دے۔

۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰى دِيْنِكَ فَقُلْتُ يَانَبِیَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ

اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰہِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اکثر یوں دعا فرماتے کہ اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو تیرے دین پر ثابت رکھ پس میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم تو آپ پر اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لا چکے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق اب بھی خطرہ باقی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں قلوب اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جیسا چاہے پلٹ دیتا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ یُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ ظَھْرًا لِبَطْنٍ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو جنگل بیابان میں پڑا ہوا ہو اور ہوائیں اس کو کبھی سیدھا کبھی الٹا کر رہی ہوں۔

۵) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان لگا ہوا ہے آدمی کے دل پر جس وقت آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے ہٹ جاتا ہے اور جس وقت اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے وسوسہ ڈالتا ہے۔

۶) عَنْ وَابِصَۃَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَاوَابِصَۃُ جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ

وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَه، فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَه، وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اِطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ (احمد، الدارمی)

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے وابصہ تو اس لئے آیا ہے نیکی اور گناہ کے تعلق سے دریافت کرے؟ میں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں جمع کیں اور میرے سینے پر تھپکا اور فرمایا فتویٰ تو اپنے ضمیر سے پوچھ، فتویٰ تو اپنے دل سے پوچھ تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ نیکی وہ ہے جس سے ضمیر کو اطمینان ہو اور دل کو قرار ہو۔ گناہ وہ ہے جو دل میں چبھے اور شک وتردد پیدا کرے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جائز ہونے کا فتوی ہی کیوں نہ دیں۔

۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّه، كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُاللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِاللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی کی لئے کوئی صیقل (صفائی کا خاص مسالہ) ہے۔ دل کی صفائی کا صیقل ذکر اللہ ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی چیز اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ

جہاد بھی اتنا موثر نہیں کہ جس میں مارتے ہوئے اسکی (مجاہد کی) تلوار بھی ٹوٹ جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد اس میں کجی نہ پیدا کرے اور ہمارے دلوں کو ہدایت کی طرف پھیر دے اور ہمارے دلوں کو مرتے دم تک اپنے دین پر قائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۲) تلاشِ حق

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o

(الجمعہ-۴-۲)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلاء تھے۔(اور اس رسول کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو آئندہ ان میں شامل ہونے والے ہیں اور ابھی تک شامل نہیں ہوئے اور وہ بہت زبردست ہے اور ساری حکمتوں کا جاننے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل عطا کرے اور اللہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذْ نَزَلَتْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

يَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْا مَنْ هٰؤُلَآءِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم يَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سورۂ جمعہ نازل ہوئی اور جب یہ آیت آئی وَّاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (دوسرے لوگ جو ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے) تو صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کا سوال سن کر اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو ان لوگوں میں سے کتنے ہی اس کو پا لیتے۔

۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّيْنَا اُسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰی فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهٗ وَلَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنَ الْفُرْسِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (اگر تم منہ پھیر لو تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے کر آئے گا پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے) تو صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں کہ اگر ہم منہ پھیر لیں تو انہیں ہماری

جگہ کھڑا کیا جائے گا اور وہ ہماری طرح نہ ہوں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے سلمان فارسیؓ کی ران پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا کہ سلمان اور اس کی قوم اہلِ فارس اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو ان میں سے کتنے ہی لوگ اس کو پا لیتے۔

جنت جن کی مشتاق ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰى ثَلٰثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ۔

اللہ کے محبوب:

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَنِىْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَاَخْبَرَنِىْ اَنَّه' يُحِبُّهُمْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّيْهِمْ لَنَا قَالَ عَلِيٌّ مِنْهُمْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلٰثًا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ اَمَرَنِىْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِىْ اَنَّه' يُحِبُّهُمْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا اور مجھے یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ خود ان چاروں سے محبت کرتا ہے آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان کے نام بتا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک علی ہے تین مرتبہ آپ ﷺ نے علی کا نام لیا پھر فرمایا کہ دیگر تین ابوذر اور مقداد اور سلمان ہیں کہ اللہ نے مجھے ان سے

محبت کرنے کا حکم دیا اور مجھے اس بات کی خبر دی کہ وہ خود بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نُجباء و رُقباء:

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ سَبْعَۃَ نُجَبَآءَ وَرُقَبَآءَ وَاُعْطِیْتُ اَنَا اَرْبَعَۃَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ ھُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَایَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَۃُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ

(ترمذی)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو سات نہایت مخصوص اور برگزیدہ ترین لوگ اور اس کی ہر حالت میں نگہبانی اور حفاظت کرنے والے عطا کئے جاتے ہیں اور مجھے ۱۴ عطا کئے گئے ہیں ہم نے پوچھا وہ کون ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے اور حضرت جعفرؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ اور حضرت عمارؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ ہیں۔

فضیلتِ علم رکھنے والے چار صحابہؓ:

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَتِ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوْا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَۃٍ عِنْدَ عُوَیْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِیْ کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّہٗ عَاشِرُ عَشَرَۃٍ فِی

اُلْجَنَّۃِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ علم کو چار اصحاب سے حاصل کرو ۱) عویمرؓ جن کی کنیت ابودرداءؓ ہیں اور ۲) سلمان فارسیؓ اور ۳) عبداللہ بن مسعودؓ اور ۴) عبداللہ بن سلامؓ جو یہودی تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا پس میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ وہ جنت کے دس اشخاص میں سے دسویں ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ اسلام کے فرزند:

عَنْ قَتَادَۃَ وَعَنِ ابْنِ زَیْدِ بْنِ جَدْعَانَ قَالَا کَانَ بَیْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَسَلْمَانَ الْفَارَسِیِّ شَیْءٌ فَقَالَ سَعْدٌ وَھُمْ فِیْ مَجْلِسٍ اِنْتَسِبْ یَافُلَانُ! فَانْتَسَبَ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اِنْتَسِبْ ثُمَّ قَالَ لِلْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِلْاٰخَرِ حَتّٰی بَلَغَ سَلْمَانَ فَقَالَ مَا اَعْرِفُ لِیْ اَبًا فِی الْاِسْلَامِ وَلٰکِنْ سَلْمَانُ ابْنُ الْاِسْلَامِ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٍ اَنَّ الْخَطَّابِ کَانَ اَعَزَّھُمْ فِی الْجَاھِلِیَۃِ وَاَنَا عُمَرُ ابْنُ الْاِسْلَامِ اَخُوْ سَلْمَانَ ابْنِ الْاِسْلَامِ

(کنز العمال۔۳۷۱۲۱)

ترجمہ: حضرت قتادہؓ اور ابنِ زید بن جدعانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے درمیان کچھ ناگواری تھی۔ صحابہ کرامؓ کی مجلس تھی جس میں حضرت سعدؓ نے ایک صحابی سے کہا کہ تم اپنا شجرۂ نسب بیان کرو انہوں نے بیان کیا۔ دوسرے سے کہا کہ تم اپنا شجرۂ نسب بیان کرو پھر تیسرے سے کہا کہ تم اپنا

شجرۂ نسب بیان کرو حتیٰ کہ نوبت حضرت سلمان فارسیؓ تک پہنچی تو ان سے بھی کہا کہ تم بھی اپنا نسب بیان کرو تو انہوں نے کہا کہ میں اسلام میں اپنا سلسلۂ نسب نہیں پہچانتا لیکن میں اپنے آپ کو سلمان ابن اسلام (سلمان اسلام کا بیٹا) کہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے سن کر کہا قریش جانتے ہیں کہ خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) جاہلیت کے زمانے میں معزز ترین شخص تھا لیکن میں اپنے آپ کو عمر بن اسلام (عمر اسلام کا بیٹا) کہتا ہوں اور اخو سلمان ابن اسلام (بھائی ہوں سلمان اسلام کے بیٹے کا)۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی تلاشِ حق کی سرگزشت:

حضرت سلمان فارسیؓ نے ایمان لاکر اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی تلاشِ حق کی سرگزشت سنائی تو آپ ﷺ نے اس کو پسند کیا اور آپ ﷺ نے یہ بھی پسند کیا کہ آپ کے اصحاب اس سرگزشت کو سنیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے آپ کی سرگزشت اس طرح ہے:

میں اصبہان کے گاؤں میں ایک پارسی مذہب کا آدمی تھا اور میرے والد اپنے گاؤں کے سردار تھے۔ میں ان کو بہت پیارا تھا اس لئے انہوں نے لڑکیوں کی طرح گھر کے اندر رکھ کر میری پرورش کی تھی۔ میں مجوسیت کی عبادت میں ہر وقت لگا رہتا یہاں تک کہ آگ کے اس نگران کی طرح بن گیا تھا جو ہر وقت اس کو روشن رکھتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی گُل ہونے نہیں دیتا۔ میرے والد کی ایک بڑی زمین تھی۔ ایسا ہوا کہ ایک دن وہ کسی تعمیری کام میں لگ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ پیارے بیٹے

میں اس کام میں لگ گیا ہوں اس لئے آج میں زمین پر نہیں جا سکتا تم ذرا جا کر اسے دیکھ لو۔ وہاں جو کرنے کا کام تھا وہ مجھے بتا دیا اور تاکیدًا کہہ دیا کہ میرے پاس آنے میں دیر نہ لگانا، اگر تم نے دیر کی تو مجھے زمین سے زیادہ تمہاری فکر ہو جائے گی اور میں یہاں کسی کام کا بھی نہ رہوں گا۔ گھر سے نکلتے وقت تو میرا ارادہ اسی زمین پر جانے کا تھا جس کے لئے انہوں نے مجھے بھیجا تھا لیکن درمیان میں نصاریٰ کے گرجوں میں سے ایک گرجے سے میرا گزر ہوا میں نے وہاں ان کی کچھ آوازیں سنیں، وہ نمازیں ادا کر رہے تھے۔ چونکہ والد صاحب نے مجھے گھر میں بند کر رکھا تھا اس لئے مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ لوگ کس جہاں میں بستے ہیں۔ میں اندر چلا گیا اور دیکھنے لگا کہ وہ کیا کرتے ہیں، جب میں ان کو دیکھا تو مجھے ان کی نماز پسند آئی اور میں نے ان میں شامل ہونے کی کوشش کی اور دل میں کہا کہ خدا کی قسم جس دین پر میں اس وقت ہوں اس دین سے یہ دین بہتر معلوم ہوتا ہے۔ سورج غروب ہونے تک میں انہیں کے ساتھ رہا اور اپنے والد کی زمین کو نہ جا سکا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس دین کی اصل جگہ بتایئے انہوں نے کہا ملکِ شام۔ میں اپنے والد کے پاس آ گیا۔ ادھر انہوں نے میری تلاش میں آدمی بھیج رکھے تھے اور سب کاروبار معطل پڑے تھے۔ جب میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ پیارے بیٹے تم کہاں تھے؟ میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ تم دیر نہ لگانا۔ میں نے کہا کہ والدِ بزرگوار میرا گزر ان لوگوں پر سے ہوا جو گرجوں میں نمازیں پڑھ رہے تھے اور مجھے ان کا دین پسند آ گیا اور میں شام تک وہیں رہا۔

والد نے کہا کہ پیارے بیٹے اس دین میں کوئی خوبی نہیں ہے، تیرا اور تیرے بزرگوں کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں وہ دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے۔ والد نے مجھے ڈرایا، دھمکایا اور میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر گھر میں بند کر دیا۔ میں نے نصاریٰ کے پاس کہلا بھیجا کہ جب تمہارے پاس شام کا کوئی قافلہ آئے تو مجھے خبر کر دینا۔ ایک شام کو جانے والا قافلہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے مجھے خبر کی۔ جب وہ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر شام واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے پیروں سے زنجیریں نکال پھینک دیں اور ان کے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ ملکِ شام جا پہنچا۔ وہاں جا کر میں نے پوچھا کہ اس دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے تو انہوں نے کہا کہ اس گرجے کا پادری۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے یہ دین پسند ہے اور چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں، اس گرجے کی خدمت کروں اور آپ سے نماز سیکھوں۔ اس نے کہا اچھا آ جاؤ تو میں اس کے ساتھ گرجے میں رہنے لگا۔ یہ شخص بدنیت تھا لوگوں کو تو صدقہ کی ترغیب دیتا، جب لوگ صدقہ لاتے تو اپنی ذات کے لئے جمع کرتا مسکینوں کو تقسیم نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے سات مٹکے سونے چاندی کے جمع کر لئے۔ ان حرکات کی وجہ سے مجھے اس سے سخت بغض ہو گیا۔ اس کے بعد جب اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کے لئے نصاریٰ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ یہ بڑا خراب انسان تھا، تم کو تو صدقہ کی ترغیب دیا کرتا تھا اور صدقہ کو اپنی ذات کے لئے جمع کرتا تھا اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم کو کیسے

معلوم ہوا؟ میں نے انہیں اس کے جمع کئے ہوئے سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات مٹکے دکھائے۔ انہوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو کہا کہ ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہیں کریں گے۔ انہوں نے اس کو سولی پر لٹکایا اور پتھروں سے سنگسار کیا اور ایک دوسرے آدمی کو اس کی جگہ بٹھایا۔ میں نے اس آدمی سے بڑھ کر کوئی نمازوں کا پابند، دنیا سے بے رغبت، آخرت کا طالب نہیں دیکھا۔ لہٰذا مجھے اس سے اتنی محبت ہوگئی کہ اس سے پہلے دنیا کی کسی چیز سے نہ تھی۔ ایک مدت تک میں اس کے پاس رہا پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ میں اتنی مدت تک آپ کی خدمت میں رہا اور آپ سے اتنی محبت کی کہ اس سے پہلے دنیا کی کسی چیز سے نہ کی تھی، آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے کیا حکم ہے؟ اس نے کہا کہ پیارے بیٹے خدا کی قسم میرے علم میں اب کوئی شخص نہیں جو صحیح طور پر اس دین پر قائم ہو جس پر میں تھا۔ دین کو اکثر لوگ بدل سدل کر چکے ہیں، ہاں موصل میں ایک شخص ہے جس کا نام فلاں ہے وہ اسی دین پر قائم ہے جس پر میں ہوں۔ جب اس کی وفات ہوگئی تو میں اس موصل والے پادری کے پاس چلا گیا اور کہا کہ فلاں پادری نے مجھے آپ کی خدمت میں رہنے کی وصیت کی ہے۔ اس نے کہا اچھا میرے پاس رہو میں نے اس کے پاس قیام کیا اور اس کو بھی بہت نیک شخص پایا۔ ابھی کچھ مدت نہ ہوئی تھی کہ اس کی بھی وفات کا وقت آ گیا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ فلاں پادری نے مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی تو اب آپ مجھے کیا

وصیت کرتے ہیں کہ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا خدا کی قسم اس دین پر جس پر میں ہوں سوائے ایک شخص کے کوئی اور قائم نہیں ہے، وہ شخص نصیبن میں ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔ جب اس کی وفات ہوگئی تو میں نصیبن والے شخص کے پاس چلا گیا اور اپنا قصہ اسے سنایا اس نے کہا اچھا میرے پاس ٹھہرو۔ اس کو بھی میں نے دونوں بزرگوں کی طرح نیک اور صالح پایا۔ ابھی کچھ مدت نہ گزری تھی کہ اس کی وفات کا وقت بھی آ گیا۔ اس کی وفات کے بعد میں عموریہ والے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے اپنا واقعہ سنایا تو اس نے کہا اچھا میرے پاس قیام کرو یہ شخص بھی نیک اپنے پیش رو بزرگوں کے قدم بہ قدم تھا۔ اس دوران میں نے تھوڑا سا مال کما لیا تھا اور میرے پاس کچھ گائے اور بکریاں ہوگئی تھیں۔ آخر کار خدا کا فرمان (موت) اس کو آ پہنچا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ آپ مجھے کیا وصیت کرتے ہیں اور میرے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ اس نے کہا میرے علم میں کوئی شخص نہیں جو ہمارے اس دین پر ہو لیکن ایک نبی کے مبعوث ہونے کا وقت سر پر آ چکا ہے جو دینِ ابراہیمؑ لے کر آئیں گے۔ ان کا ظہور عرب میں ہوگا اور وہ ایسی زمین کی طرف ہجرت فرمائیں گے جس میں کھجور کے باغات ہوں گے۔ ان کی نبوت کی علامتیں بالکل کھلی ہوں گی، پوشیدہ نہ ہوں گی، وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان ''مہرِ نبوت'' ہوگی۔ اگر تم اس مقام تک پہنچ سکتے ہو تو پہنچ جانا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ قبیلۂ کلب کے کچھ تاجروں کا میری طرف سے گزر

ہوا میں نے ان سے کہا کہ مجھے بھی سرزمینِ عرب لے چلو میں اپنی یہ گائیں اور بکریاں سب تم کو دے دوں گا چنانچہ میں نے وہ سب ان کو دے دیں اور انہوں نے مجھے ساتھ لے لیا لیکن مقام ''وادی القریٰ'' میں پہنچ کر مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا کہ ایک یہودی کے ہاتھ مجھ کو غلام بنا کر فروخت کر ڈالا۔ جب میں نے یہاں کھجور کے درخت دیکھے تو مجھے یہ امید ہوئی کہ شاید یہ وہی مقام ہوگا جس کے متعلق عموریہ والے بزرگ نے کہا تھا لیکن مجھے اس کا پورا یقین نہ تھا۔ ابھی میں اس کے گھر میں تھا کہ اس کا چچازاد بھائی مدینے سے آیا جو بنی قریظہ کے خاندان سے تھا۔ اس یہودی نے مجھے اپنے چچازاد بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا جو مجھے مدینہ لے کر آیا۔ خدا کی قسم جوں ہی میں نے مدینہ کو دیکھا تو میں نے اپنے بزرگوں کے بیان کردہ علامات سے اس کو پہچان لیا۔ حضور ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی لیکن ابھی آپ کا قیام مکہ ہی میں تھا اس لئے مجھے آپ کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔ میں آپ ﷺ کی خیر خبر سے غافل اپنے غلامی کے کاموں میں مشغول رہا۔ میرا آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا اور میں کھجور کے درخت کے اوپر تھا کہ اچانک اس کا چچازاد بھائی آ کر بولا کہ خدا بنو قیلہ (اوس وخزرج) کو موت دے کہ یہ سب کے سب ایک شخص کے ساتھ جمع ہوئے ہیں جو آج مکہ سے آیا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ یہ سننا تھا کہ میرے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا کہیں میں اپنے آقا پر نہ جا گروں۔ درخت سے اتر کر نیچے آیا اور اس چچازاد بھائی سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کہتے ہو اس پر میرا آقا غصہ سے بھڑک اٹھا اور مجھے ایک سخت

لات ماری اور بولا تجھے اس کی کیا پڑی ہے تو اپنے کام میں لگ۔ میں نے کہا کچھ نہیں صرف وہ بات سمجھنا چاہتا تھا جو اس نے کہی۔ میں نے تھوڑا سا مال جمع کیا جب شام کا وقت آیا تو اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور ابھی آپ قباء ہی میں رونق افروز تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک شخص ہیں اور آپ کے ساتھ کچھ بے وطن غریب لوگ ہیں میرے پاس صدقہ کا مال ہے جو میں آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ تم لوگ اس کو کھالو اور اپنا ہاتھ روک لیا اور خود تناول نہ فرمایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت پوری ہوگئی، پھر میں واپس آیا اور کچھ مال جمع کیا۔ اب آپ مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ مال آپ کی خدمت میں اکراماً ہدیہ ہے۔ آپ نے اس کو تناول فرمایا اور اپنے رفقاء سے بھی فرمایا تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ کھایا۔ میں نے دل میں کہا کہ دو علامتیں پوری ہوئیں۔ آپ کسی صحابی کے جنازہ کے ساتھ بقیع غرقد آئے تھے اس وقت آپ دو چادریں اوڑھے ہوئے صحابہؓ میں رونق افروز تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کے پیچھے گھوما تا کہ پشت والی علامت بھی دیکھوں۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں آپ کی پشت کی جانب گھوم رہا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے کہ یہ کسی علامت کو جو اسے بتائی گئی ہے تحقیق کرنا چاہتا ہے اور آپ نے اپنی پشت سے چادر اتار دی، میں نے مہرِ نبوت دیکھ لی اور خوب پہچان لیا اور اس پر گر پڑا۔ میں اس کو چومتا تھا اور روتا تھا۔ میں اپنے غلامی کے دھندوں

میں پھنسا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ہمراہ جنگِ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمان تم اپنے آقا سے عقدِ کتابت (کچھ رقم دے کر آزاد ہونا) کر لو۔ آقا نے عقدِ کتابت یہ مقرر کیا کہ میں اسے تین سو کھجور کے درخت لگا کر دوں یہاں تک کہ وہ پھل لے آئیں اور اس کے لئے گڑھے کھودنے بھی میرے ذمے ہوں گے مزید چالیس اوقیہ سونا بھی نقد دینا ہوگا۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ نے صحابہؓ کو ترغیب دی کہ تم اپنے بھائی سلمانؓ کی مدد کرو چنانچہ کسی آدمی نے تیس پودے دئے، کسی نے بیس، کسی نے دس یہاں تک کہ تین سو پودے میرے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سلمان جاؤ گڑھوں کا انتظام کرو اور جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو میری خدمت میں آنا، میں خود اپنے ہاتھوں سے پودے نصب کروں گا۔ میں اور میرے رفقاء نے گڑھے کھودے اور آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ ہم آپ کے سامنے ایک ایک پودا پیش کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ اس کو اپنے دستِ مبارک سے نصب کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ سب پودوں کو نصب کر کے فارغ ہو گئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے ان پودوں میں ایک پودا بھی ایسا نہ تھا جو مرا ہو۔ اگلے ہی سال سب پودے پھل دینے لگے۔ میں نے ان کو اپنے مالک کے حوالے کر دیا۔ اتفاق سے کسی کان میں سے آپ ﷺ کے پاس ایک مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا وہ فارسی مکاتب کدھر گیا، اس پر مجھے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے

فرمایا سلمان لو، اس کو لے کر اپنا قرض ادا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے قرض کے مقابلہ میں اتنا سونا کیا کافی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو لو اللہ تبارک وتعالیٰ اسی سے تمہارا سب قرض ادا کردیں گے۔ میں نے اس کو لیا اور وزن کر کے چالیس اوقیہ ادا کردئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے میں نے اسی سونے سے اس کا سب قرض ادا کردیا اور یہ سلمان آزاد ہوگیا اس کے بعد میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک ہوا اور پھر کوئی ایسا غزوہ نہ تھا جس میں شریک نہ رہا ہوں۔

(ترجمان السنہ۔ جلد سوم)

جنگِ احزاب میں جب کہ مختلف عرب کے قبائل مسلمانوں پر اُمڈ آئے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے سلمان فارسیؓ ہی کے مشورے سے مدینے کے شمال کی جانب ۱۲ میل کی خندق کھودی تھی اسی لئے اسے ''جنگِ خندق'' بھی کہتے ہیں۔ تمام صحابہ کرامؓ میں انہیں کی عمر سب سے بڑی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ۳۵۰ سال کی ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۵۰ سال کی ہوئی اور یہی صحیح ہے۔ سلمان فارسیؓ کا انتقال شہرِ مدائن میں ۳۵ ہجری میں ہوا۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔

راہِ حق کے متلاشی اس طرح ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی راہِ حق میں ان کی ہر طرح مدد فرماتے ہیں۔ راہِ حق کے طلب گاروں کے لئے ان کی سرگزشت میں ایک سبق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کی معرفت عطا فرمائے اور حق پر قائم رکھے اور حق پر ہی ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) ایمان اور عملِ صالحہ سے حیاتِ طیبہ ملتی ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل۔۹۷)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرط یہ کہ صاحبِ ایمان ہو ہم ضرور اس کو (دنیا میں) ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ضرور (آخرت میں) ان کو اجر دیں گے ان بہتر کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ایمان لا کر اعمالِ صالحہ اختیار کرنے سے آخرت کی زندگی بنتی ہو تو بنے لیکن دنیا کی زندگی نہیں سدھرتی۔ اس آیت میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔ عربی زبان کے قواعد لامِ تاکید اور نونِ تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ضرور ہم ایمان لا کر اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو دنیا کے اندر پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ضرور ہم ان کے بہترین اعمال کے لحاظ سے ان کو آخرت میں اجر دیں گے۔

تفسیرِ عثمانی:

یہاں تمام اعمالِ صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں یعنی ایمان اور معرفتِ صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی، قناعت وغنائے قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حب الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا:

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد   در دل اگر بود ہوسِ ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب   من ملک نیم روز بیک جَو نمی خرم

(اگر میرے دل میں ملکِ سنجر کی ہوس ہو تو میرا نصیبہ بھی ملکِ سنجر کے تخت کی طرح سیاہ ہو جائے گا۔ آدھی رات کے ملک کی جب سے مجھے خبر ہوگئی ہے میں ملکِ نیم روز کو ایک جو کے دانے کے برابر بھی نہیں خریدتا)

سچ ہے ''اَهۡلُ اللَّيۡلِ فِىۡ لَيۡلِهِمۡ اَلَذُّمِنۡ اَهۡلِ اللَّهۡوِ فِىۡ لَهۡوِهِمۡ'' (اہلِ لہو ولعب کو لہو ولعب میں جو لذت ملتی ہے شب کے عبادت گزار بندوں کو اس سے بڑھ کر رات کی عبادت میں لذت ملتی ہے۔ اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی

ہے،تواس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہوجاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کراس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے، آخرانتہاء اس حیاتِ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے ''حَيٰوةٌ بِلَا مَوْتٍ، وَغِنًى بِلَا فَقْرٍ، وَصِحَّةٌ بِلَا سُقْمٍ، وَمُلْكٍ بِلَاهُلْكٍ، وَسَعَادَةٌ بِلَا شِقَاوَةٍ'' (ایسی زندگی جس میں موت نہیں ہے، ایسی دولت مندی جس میں فقر کا گزر نہیں، ایسی صحت جس میں بیماری کا خدشہ نہیں اور ایسی حکومت جس کے زوال کا ڈر نہیں اور ایسی خوش نصیبی جس میں شقاوت کا اندیشہ نہیں) رزقنا اللہ تعالیٰ بفضلہٖ ومَنِّہٖ ایاہا۔

تنبیہ:

اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسبِ حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

معارف قرآن:

جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں ''حیاتِ طیبہ'' سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالطف زندگی ہے، اور بعض ائمۂ تفسیر نے اس سے آخرت کی زندگی مراد لی ہے، اور جمہور کے تفسیر کے مطابق بھی اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کبھی فقر و فاقہ یا بیماری پیش نہ آئے گی، بلکہ مراد یہ ہے کہ مومن کو اگر کبھی معاشی تنگی یا کوئی تکلیف بھی پیش آتی

ہے تو دو چیزیں اس کو پریشان نہیں ہونے دیتیں۔ایک قناعت اور سادہ زندگی کی عادت جو تنگدستی میں بھی چل جاتی ہے، دوسرے اس کا یہ عقیدہ کہ مجھے اس تنگی اور بیماری کے بدلے میں آخرت کی عظیم الشان دائمی نعمتیں ملنے والی ہیں، بخلاف کافر وفاجر کے کہ اگر اس کو تنگدستی اور بیماری پیش آتی ہے تو اس کے لئے کوئی تسلی کا سامان نہیں ہوتا، عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے، بعض اوقات خودکشی کی نوبت آجاتی ہے، اور اگر اس کو فراخی عیش بھی نصیب ہو تو اس کو زیادتی کی حرص کسی وقت چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، وہ کروڑ پتی ہو جاتا ہے تو ارب پتی بننے کی فکر اس کے عیش کو خراب کرتی رہتی ہے۔

ابنِ عطیہؒ نے فرمایا کہ مومنین صالحین کو حق تعالیٰ دنیا میں وہ فرحت اور انبساط اور پر لطف زندگی عطا فرماتے ہیں جو کسی حال میں متغیر نہیں ہوتی، تندرستی اور فراخ دستی کے وقت تو اس کی زندگی کا پر لطف ہونا ظاہر ہے ہی، خصوصًا اس بناء پر کہ بلاضرورت مال کو بڑھانے کی حرص ان میں نہیں ہوتی جو انسان کو ہر حال میں پریشان رکھتی ہے، اور اگر تنگدستی یا بیماری بھی پیش آئے تو اللہ کے وعدوں پر ان کا مکمل یقین اور مشکل کے بعد آسانی، کلفت کے بعد راحت ملنے کی قوی امید ان کی زندگی کو بے لطف ہونے نہیں دیتی جیسے کاشتکار کھیت بوئے اور اس کی پرورش کے وقت اس کو کتنی ہی تکلیفیں پیش آجائیں، سب کو اسی لئے راحت محسوس کرتا ہے کہ چندروز کے بعد اس کو اس کا بڑا اصلہ ملنے والا ہے۔تاجر اپنی تجارت میں، ملازم اپنی ڈیوٹی ادا کرنے میں کیسی کیسی محنت ومشقت بلکہ بعض اوقات ذلت بھی برداشت کر لیتا ہے،

مگر اس لئے خوش رہتا ہے کہ چند روز کے بعد اس کو تجارت کا بڑا نفع یا ملازمت کی تنخواہ ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ مومن کا بھی یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ مجھے ہر تکلیف پر اجر مل رہا ہے اور آخرت میں اس کا بدلہ دائمی عظیم الشان نعمتوں کی صورت میں ملے گا اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اس لئے یہاں کے رنج وراحت اور سرد وگرم سب کو آسانی سے برداشت کر لیتا ہے، اس کی زندگی ایسے حالات میں بھی مشوش اور بے لطف نہیں ہوتی، یہی وہ ''حیاتِ طیبہ'' ہے جو مومن کو دنیا میں نقد ملتی ہے۔

اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَۃً یُعْطٰی بِھَا فِی الدُّنْیَا وَیُجْزٰی بِھَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُطْعَمُ بِحَسَنَاتٍ مَا عَمِلَ بِھَا لِلّٰہِ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا اَفْضٰی اِلَی الْاٰخِرَۃِ لَمْ تَکُنْ لَہٗ حَسَنَۃٌ یُجْزٰی بِھَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا کہ اس کی نیکی کے سبب اس کو دنیا میں بھلائیاں دی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کا اجر وثواب دیا جائے گا اور کافر خدا کی خوشنودی کے لئے کوئی اچھے کام کرتا ہے تو اس کو اس کے بدلے میں دنیا میں کھلایا پلایا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی

نیکی نہیں ہوگی جس کی وجہ سے اس کو وہاں اجر وثواب دیا جائے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصل دولت مندی کثرتِ مال ومتاع سے نہیں ہے بلکہ حقیقی دولت مندی دل کا تونگر وغنی ہونا ہے۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ بْنُ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَاصَدْرَكَ غِنًی وَاَسُدَّفَقْرَكَ وَاِنْ لَاتَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَكَ شُغْلًاوَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ (احمد، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں (حدیثِ قدسی) کہ اے ابنِ آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کردے میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے لئے فقر وفاقہ کی راہ کو بند کردوں گا اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو میں تیرے ہاتھوں کو طرح طرح کے مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقر وفاقہ کو دور نہیں کروں گا۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَةً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَکَفَتْهُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(احمد، ابنِ ماجہ، الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق میں ایک آیت ایسی جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کے لئے سارے امور میں کفایت کرے گی اور آیت یہ ہے کہ ’’جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کرے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے (حدیثِ قدسی) کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات میں بارش برساؤں گا اور دن کو ان پر دھوپ کی چادر پھیلاؤں گا اور انہیں بادل کی گرج بھی نہ سناؤں گا۔

(٦) عَنْ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ قَلْبَ بْنِ اٰدَمَ لِکُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ کُلَّهَا لَمْ یُبَالِ اللّٰهُ بِاَیِّ وَادٍ اَهْلَکَه‘ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ کَفَاهُ الشُّعَبَ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک انسان کے دل کے لئے ہر جنگل میں ایک شاخ اور گوشہ ہے پس جس

شخص نے اپنے دل کو ان شاخوں اور گوشوں کی طرف متوجہ رکھا اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں کہ وہ اسے کس جنگل میں ہلاک کرے اور جس شخص نے اللہ پر توکل اور اعتماد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی درستی کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

(۷) عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہ' کُلَّه' لَه' خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَه' وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَه' (مسلم)

ترجمہ: حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی بھی عجیب شان ہے اس کی ہر حالت اس کے لئے خیر و بھلائی کا باعث ہے اور یہ بات صرف مومن کے لئے مخصوص ہے کوئی اور اس کے وصف میں شریک نہیں ہے اگر اس کو رزق و فراخی، نعمت و لذت حاصل ہوتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ شکر اس کے لئے خیر و بھلائی کا باعث بنتا ہے کہ شکر کے ذریعے سے نعمتیں برقرار رہتی ہیں اور مزید نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے یہ صبر اس کے لئے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے۔

(۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم اللہ پر اس طرح توکل اور اعتماد کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو یقیناً تمہیں اس طرح روزی دے گا جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلے آ جاتے ہیں۔

(۹) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمَرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِزْقُ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُه‘ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر کو کوئی چیز پلٹ سکتی ہے تو وہ دعا ہے، عمر میں کوئی چیز زیادتی کا سبب بن سکتی ہے تو وہ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک ہے۔ بے شک انسان اپنے گناہ کی وجہ سے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے روزی سے محروم کیا جاتا ہے۔

(۱۰) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَه‘ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَه‘ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ بھی استغفار کو لازم پکڑ لے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی اور مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنادے گا اور اس کی ہر فکر اور ہر پریشانی کو دور کر کے کشادگی اور اطمینان عطا فرمادے گا

اور اس کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا کہ اس کو خیال و گمان بھی نہ ہوگا۔

(۱۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یُنْجِیْکُمْ مِنْ عَدُوِّکُمْ وَیَدُرُّلَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ تَدْعُوْنَ اللّٰہَ فِیْ لَیْلِکُمْ وَنَہَارِکُمْ فَاِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ (ابو یعلی فی مسندہ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات میں اور دن میں، کیونکہ دعا مومن کا خاص ہتھیار یعنی اس کی خاص طاقت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی ایمان نصیب فرمائے اور سنت کے مطابق اعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دنیا و آخرت میں حیاتِ طیبہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) مقتداء (رہنما) کس کو بنایا جائے؟

۱) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَo (المائدہ۔۱۰۴)

صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشهدین والشکرین۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جن طریقوں پر پایا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ کیا جب ان کے باپ دادا کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور ہدایت یافتہ نہ ہوں تب بھی یہ انہیں کی پیروی کریں گے؟

۲) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَo (البقرہ۔۱۷۰)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا ان کے باپ دادا کچھ عقل نہ رکھتے ہوں اور ہدایت یافتہ نہ ہوں تب بھی یہ انہیں کی

پیروی کریں گے؟

زمانۂ قدیم ہی نہیں بلکہ اس جدید روشن خیال زمانہ میں بھی زندگی کے مسائل اور معاملات میں اکثر لوگ اپنے باپ دادا کی اور اپنے بڑے بزرگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں بالخصوص دینی اور مذہبی معاملات میں۔ قرآنِ حکیم نے اسی اندھی تقلید کا رد کیا ہے۔ مشرکین اللہ کے رسول کی دعوت کو اور اسلامی احکام کو اس لئے رد کرتے تھے کہ وہ یہ طریقہ ان کے باپ دادا کے طریقوں کے خلاف ہے۔

قرآنِ حکیم نے اس پر زجر و توبیخ کی اور یہ بات واضح کی کہ زندگی کے مسائل میں کس کو مقتداء بنا کر پیروی کی جائے۔ جس کو مقتداء بنایا جائے اس میں تین چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے: ۱) علم ۲) عقل اور ۳) ہدایت۔

جاہلیت کی رسموں میں ایک تقلیدِ آباء بھی تھی جس نے ان کو ہر برائی میں مبتلاء اور ہر بھلائی سے محروم رکھا تھا۔ تفسیر درمنثور میں بحوالۂ ابنِ ابی حاتم نقل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی خوش نصیب اگر حق بات کو مان کر مسلمان ہو جاتا تو اس کو یوں عار دلائی جاتی تھی کہ تو نے اپنے باپ داداؤں کو بے وقوف ٹھہرایا کہ ان کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کر لیا۔ ان کی اس گمراہی در گمراہی پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا یعنی جب ان کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حقائق اور احکام اور رسول کی طرف رجوع کرو جو ہر حیثیت سے حکمت و مصلحت اور تمہارے لئے صلاح و فلاح کے ضامن

ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ ہم کو تو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔

یہ وہ شیطانی استدلال ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو سمجھ بوجھ اور علم و ہنر رکھنے کے باوجود گمراہ کیا۔ قرآنِ کریم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: اَوَلَوْ کَانَ اٰبَاؤُ ھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ٥ (کیا جب ان کے باپ دادا کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور ہدایت یافتہ نہ ہوں تب بھی یہ انہیں کی پیروی کریں گے؟) غور کرنے والوں کے لئے قرآن کے اس ایک جملہ نے کسی شخص یا جماعت کی اقتداء کرنے کا ایک صحیح اصول بیان کر کے اندھوں کے لئے بینائی کا اور جاہل و غافل کے لئے انکشافِ حقیقت کا مکمل سامان فراہم کر دیا ہے، وہ یہ کہ یہ بات تو معقول ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں کی، ناواقف لوگ واقف کاروں کی پیروی کریں۔ جاہل آدمی عالم کی اقتداء کرے لیکن یہ کوئی معقول بات نہیں کہ علم و عقل اور ہدایت کے معیار سے ہٹ کر اپنے باپ دادا یا کسی بھائی بند کی اقتداء کو اپنا طریقۂ کار بنا لیا جائے اور بغیر جانے ہوئے کہ یہ مقتداء خود کہاں جا رہا ہے اور ہمیں کہاں پہنچائے گا اس کے پیچھے لگ لیا جائے۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت میں اقتداء کا نہایت معقول اور واضح معیار بتایا گیا ہے کہ وہ علم اور ہدایت ہے۔ علم سے مراد منزلِ مقصود اور اس تک پہنچنے کے طریقوں کا جاننا ہے اور ہدایت سے مراد صحیح علم پر عمل کرنا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت میں تیسری چیز کا ذکر کیا گیا ہے، وہ عقل ہے جس سے مراد شرعی احکام میں اجتہاد اور استنباط کی

صلاحیت اور اس سے اخذ کئے ہوئے مسائل ہیں۔

نا اہل کو مقتداء بنانا ہلاکت کو دعوت دینا ہے:

انسان پر سب سے پہلے تو یہ لازم ہے کہ اپنے زندگی کا مقصد اور سفر کا رخ متعین کرے پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دیکھے کہ کون ایسا انسان ہے جو اس مقصد کا راستہ جاننے والا بھی ہے اور اس راستہ پر چل بھی رہا ہے۔ جب کوئی ایسا انسان مل جائے تو بے شک اس کے پیچھے لگ جانا اس کو منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ یہی حقیقت ہے ائمۂ مجتہدین کی تقلید کی کہ وہ دین کو جاننے والے بھی ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ نہ جاننے والے ان کی اتباع کر کے دین کے مقصد یعنی اتباعِ خدا اور رسول حاصل کر سکتے ہیں۔ جو گم کردہ راہ ہیں منزلِ مقصود کو خود ہی نہ جانتے ہوں یا جان بوجھ کر منزل کے خلاف سمت رخ چل رہے ہوں ان کے پیچھے چلنا عقل مند کے نزدیک اپنے سعی وعمل کو ضائع کرنا بلکہ اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ اس علم وحکمت اور روشن خیالی کے زمانہ میں بھی افسوس کہ لکھے پڑھے ہوش وعقل رکھنے والے لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور آج ملت کی تباہی اور بربادی کا سب سے بڑا سبب نا اہل اور غلط مقتداؤں اور لیڈروں کے پیچھے چلنا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن باپ دادا کے پیچھے یہ لوگ چل رہے ہیں نہ وہ ہدایت یافتہ ہیں اور نہ وہ عقل رکھنے والے ہیں۔ ہدایت سے مراد اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت پر چلنا ہے، عقل سے مراد وہ احکام جو

بذریعہ اجتہاد نصوص شریعہ سے استنباط کئے گئے ہیں۔ اس میں اشارہ پایا گیا کہ جس عالم کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ اس کے پاس قرآن وسنت کا علم ہے اور اس کو درجۂ اجتہاد بھی حاصل ہے کہ جو احکام صراحۃً قرآن وسنت میں نہ ہوں ان کو نصوصِ قرآن وسنت سے بذریعہ قیاس نکال سکتا ہے، تو ایسے عالمِ مجتہد کی تقلید واتباع جائز ہے۔ نہ اس لئے کہ اس کا حکم ماننا اور اس کی اتباع کرنا ہے بلکہ اس لئے کہ ہمیں اللہ اور رسول کا حکم ماننا ہے اور انہیں کی اتباع کرنی ہے چونکہ ہم براہِ راست اللہ اور رسول کے احکام سے واقف نہیں ہو سکتے اس لئے کسی عالمِ مجتہد کی اتباع کرتے ہیں تاکہ شریعت کے احکام پر صحیح طریقے سے عمل ہو سکے۔

جاہلانہ تقلید اور ائمۂ مجتہدین کی تقلید میں فرق:

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مطلق تقلید ائمۂ مجتہدین کے خلاف اس طرح کی آیات پڑھ دیتے ہیں وہ خود ان آیات کے صحیح مدلول سے واقف نہیں۔

امام قرطبیؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت میں تقلیدِ آبائی کے ممنوع ہونے کا جو ذکر ہے اس سے مراد باطل عقائد واعمال میں آباء واجداد کی تقلید کرنا ہے۔ عقائدِ صحیحہ واعمالِ صالحہ میں تقلید اس میں داخل نہیں جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے کلام میں ان دونوں چیزوں کی وضاحت سورۂ یوسف میں اس طرح آتی ہے:

اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ o وَاتَّبَعۡتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ

ترجمہ: میں نے ان لوگوں کی ملت و مذہب کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں اور میں نے پیروی کی اپنے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے طریقے کی۔

اس میں پوری وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ آباء کی تقلید باطل میں حرام ہے اور حق میں جائز بلکہ مستحسن ہے۔ امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں ائمۂ مجتہدین کی تقلید کے متعلق بھی مسائل و احکام بیان کئے ہیں اور فرمایا:

تعلق قوم بهذه الاٰية فى ذمّ التقليد (الى) وهذافى الباطل صحيح امّا التقليد فى الحق فاصل من اصول الدين وعصمة من عصم المسلمين يلجاء اليها الجاهل المقصرعن درك النظر (قرطبی: ص۱۹۴ ج۲)

ترجمہ: کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے اور یہ باطل کے معاملہ میں صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید سے اس کا کوئی تعلق نہیں، حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس شخص کو مقتداء بناؤ تو پہلے یہ دیکھو کہ جس مقصد کے لئے اس کو مقتداء بنایا ہے وہ اس مقصد اور اس کے طریق سے پوری طرح واقف بھی ہے یا نہیں، پھر یہ دیکھو کہ وہ اس کی راہ پر چل بھی رہا ہے؟ اور اس کا عمل اس کے علم کے

مطابق ہے یا نہیں؟ غرض کسی کو مقتداء بنانے کے لئے علم صحیح اور عمل مستقیم کے معیار سے جانچنا ضروری ہے، محض باپ دادا ہونا یا بہت سے لوگوں کا لیڈر ہونا یا صاحبِ مال و دولت ہونا یا صاحبِ حکومت و سلطنت ہونا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کو معیارِ اقتداء سمجھا جائے۔ (ملخصًا معارف القرآن۔ جلدِ اول و سوم)

گمراہ باپ دادا کے طریقوں پر چلنا دراصل شیطان کی پیروی کرنا ہے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ الشَّيۡطٰنُ يَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ۝ (لقمٰن ۔۱۲)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہم تو اسی طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے کیا اگر شیطان ان کے باپ دادا کو جہنم کی آگ کی طرف بلا رہا ہے تب بھی یہ انہیں کی پیروی کریں گے؟

سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی نصیحتیں ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی ہیں۔ پہلی نصیحت یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ لقمان کی نصیحتوں کے درمیان اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی اور ان کی اطاعت کے حدود متعین کئے کہ جب وہ شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں تو ہرگز ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور اس آدمی کی پیروی کی جائے گی جو اللہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (لقمٰن۔۱۵)

ترجمہ: اگر وہ دونوں تجھے اس بات پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور ان کے ساتھ دنیا کے معاملات میں خوبی سے بسر کر اور اس شخص کی پیروی کر جو میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے میں تم کو جتلاؤں گا جو کچھ تم لوگ کیا کرتے تھے۔

گمراہ سرداروں کی پیروی کا آخرت میں برا انجام:

يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَآ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ○ وَقَالُوۡا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا○ (الاحزاب۔۶۷،۶۶)

ترجمہ: جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو یہ کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور رسول کی۔ اور یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انہوں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔

انسان کو گمراہ کرنے میں پہلا درجہ اس کا نفسِ امارہ ہے، دوسرے درجے میں شیطانِ لعین ہے اور تیسرے درجے میں تمام گمراہ اشخاص، جو اس کے باپ دادا، سردارانِ قوم اور علمائے سوء اور جھوٹے مشائخ وغیرہ ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام گمراہ کرنے والے اشخاص سے بچا کر ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۵) اپنی ذات کی فکر کرو

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo (المائدہ۔۱۰۵)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی جان کی فکر کرو جو کوئی گم کردہ راہ ہو وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم ہدایت پر ہو۔ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے وہ تم کو جتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہم فتنوں کے دور سے گزر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے اس آیت میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابوامیہ شعبانیؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابوثعلبہ خشنیؓ سے پوچھا کہ تم اس آیت ''عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۔۔۔۔۔ تَعْمَلُوْنَo'' کا کیا مطلب سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: تم نے واقف وباخبر سے اس آیت کا مطلب معلوم کیا، میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آیت کا مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کو اپناؤ اور برائی سے بچو، جب

دیکھو کہ لالچ کا دور دورہ ہے اور لوگ خواہشاتِ نفس کے غلام بن چکے ہیں۔ دنیا کو (دین پر) ترجیح واولیت حاصل ہے، ہر شخص اپنے خیال ورائے کو بہتر سمجھتا ہے، تو تم اپنے نفس کی فکر کرو عوام سے کنارہ کش رہو، تمہیں بڑے ناگفتہ بہ حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے جن میں دین پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا ہاتھوں میں آگ کا انگارہ لینا، اس نازک دور میں دین پر عمل کرنے والے کو اس جیسے پچاس عمل کرنے والوں کا ثواب ملے گا"۔ (ابوداود، ترمذی۔ بحوالۂ اداریہ تعمیرِ حیات۔ ۱۰/ مارچ ۲۰۱۸ء)

اصلاحِ خلق کی فکر کرنے والوں کو ایک تسلی:

اس آیت میں اصلاحِ خلق کی فکر میں سب کچھ قربان کرنے والے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ جب تم نے حق کی تبلیغ وتعلیم میں مقدور بھر کوشش کر لی اور نصیحت وخیر خواہی کا حق ادا کر دیا تو پھر بھی اگر کوئی گمراہی پر جما رہے تو تم اس کی فکر میں نہ پڑو، اس حالت میں دوسروں کی گمراہی یا غلط کاری سے تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

آیت کے ظاہری الفاظ سے چونکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر انسان کو صرف اپنے عمل اور اپنی اپنی اصلاح کی فکر کافی ہے، دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں اس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں، اور یہ بات قرآن کریم کی بے شمار تصریحات کے خلاف ہے، جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اسلام کا اہم فریضہ اور اس امت کی امتیازی خصوصیت قرار دیا ہے، اسی لئے اس آیت کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں کو

شبہات پیش آئے۔ رسول کریم ﷺ سے سوالات کئے گئے، آپ ﷺ نے توضیح فرمائی کہ یہ آیت احکام امر بالمعروف کے منافی نہیں، امر بالمعروف کو چھوڑ دو گے تو مجرموں کے ساتھ تم بھی ماخوذ ہوگے، اسی لئے تفسیر بحر محیط میں حضرت سعید ابنِ جبیرؓ سے آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ تم اپنے واجباتِ شرعیہ کو ادا کرتے رہو جن میں جہاد اور امر بالمعروف بھی داخل ہے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی جو لوگ گمراہ رہیں تو تم پر کوئی نقصان نہیں، قرآنِ کریم کے الفاظ ''اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ'' میں غور کریں تو یہ تفسیر خود واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم راہِ راست پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے مضر نہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص امر بالمعروف کے فریضہ کو ترک کر دے وہ راہ پر نہیں چل رہا ہے۔

تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے کسی نے یہ سوال کیا کہ فلاں فلاں حضرات میں باہمی سخت جھگڑا ہے، ایک دوسرے کو مشرک کہتے ہیں تو ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں کہہ دوں گا کہ جاؤ ان لوگوں سے قتال کرو، ہرگز نہیں، جاؤ ان کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ۔ قبول کریں تو بہتر اور نہ کریں تو ان کی فکر چھوڑ کر اپنی فکر میں لگ جاؤ پھر یہی آیت آپ نے جواب کی شہادت میں تلاوت فرمائی۔ (معارف القرآن۔ جلد سوم)

(۱) عَنۡ حُذَيۡفَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسۡاَلُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الۡخَيۡرِ وَكُنۡتُ اَسۡاَلُه عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنۡ يُدۡرِكَنِىۡ قَالَ قُلۡتُ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِىۡ جَاهِلِيَّةٍ

وَشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰہُ بِھٰذَا الْخَیْرِ فَھَلْ بَعْدَ ھٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَھَلْ بَعْدَ ذٰلِکَ الشَّرِّ مِنْ خَیْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِیْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُہٗ قَالَ قَوْمٌ یَسْتَنُّوْنَ بِغَیْرِ سُنَّتِیْ وَیَھْدُوْنَ بِغَیْرِ ھَدْیِیْ تَعْرِفُ مِنْھُمْ وَتُنْکِرُ قُلْتُ فَھَلْ بَعْدَ ذٰلِکَ الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاۃٌ عَلٰی اَبْوَابِ جَھَنَّمَ مَنْ اَجَابَھُمْ اِلَیْھَا قَذَفُوْہُ فِیْھَا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا قَالَ ھُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَیَتَکَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ اِنْ اَدْرَکَنِیْ ذٰلِکَ قَالَ تَلْزِمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ جَمَاعَۃٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْکَ الْفِرَقَ کُلَّھَا وَلَوْ اَنْ تَعُضَّ بِاَصْلِ شَجَرَۃٍ حَتّٰی یُدْرِکَکَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ ہم لوگ اسلام سے پہلے جاہلیت اور گمراہی میں مبتلا تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت اور بھلائی عطا فرمائی کیا اس ہدایت اور بھلائی کے بعد پھر کوئی برائی پیش آنے والی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد پھر ہدایت اور بھلائی آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس برائی کے بعد بھلائی آئے گی لیکن اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ کدورت کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے سنت کے خلاف طریقے اختیار کریں گے اور لوگوں کو میرے

بتائے ہوئے راستے کے خلاف چلائیں گے۔تم ان میں دین دار بھی دیکھو گے اور بے دین بھی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: کیا اس بھلائی کے بعد پھر کوئی برائی پیش آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہوکر لوگوں کو بلائیں گے، جو بھی ان کے بلاوے کو قبول کرے گا اس کو دوزخ میں ڈھکیل دیں گے۔ میں نے عرض کیا ذرا ان کے صفات وضاحت سے بیان فرمائیے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہماری ہی قوم کے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولنے والے ہوں گے۔تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت (جو کتاب اور سنت پر عمل کرنے والے ہیں) اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی نہ کوئی جماعت ہے اور نہ ان کا کوئی امیر ہو تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب فرقوں اور جماعتوں سے کنارہ کش ہوکر یکسوئی اختیار کرو چاہے تمہیں کسی درخت کے جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُبْقِيْتَ فِیْ حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَكَانُوْا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ قَالَ فَبِمَ تَاْمُرُنِیْ قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَاِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِلْزِمْ بَيْتَكَ وَاَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ

وَخُذْمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَاتُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم اپنے آپ کو ناکارہ لوگوں کے زمانے میں پاؤ گے جن کے قول وقرار اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی اور جو آپس میں اختلاف رکھیں گے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے پوچھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں کیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم پر لازم ہوگا جس چیز کو تم حق جانو اس کو اختیار کرو اور ناحق سے اجتناب کرو صرف اپنی ذات کی بھلائی سے کام رکھو اور اپنے آپ کو عوام الناس سے دور کرلو۔ دوسری ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو جس چیز کو حق جانو اختیار کرو، جس چیز کو برا جانو اس کو چھوڑ دو اور صرف اپنی ذات کی بھلائی سے کام رکھو اور عوام الناس کے معاملات سے تعلق نہ رکھو۔

(۳) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدِیِ السَّاعَةِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَکَسِّرُوْا فِیْھَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْھَا اَوْتَارَکُمْ وَاضْرِبُوْا سُیُوْفَکُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ

عَلٰی اَحَدٍ مِنکُم فَلْیَکُنْ کَخَیْرِ ابْنَیْ اٰدَمَ (ابوداود) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ ذُکِرَ اِلٰی قَوْلِہٖ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ظاہر ہوں گے۔ ان فتنوں کے زمانے میں آدمی صبح ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام تک کافر ہو جائے گا۔ شام کو ایمان کی حالت میں ہوگا اور صبح کفر کی حالت میں اٹھے گا۔ ان فتنوں کے زمانہ میں بیٹھا ہوا آدمی کھڑے ہوئے سے بہتر ہے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے۔ اگر تم ان فتنوں کا زمانہ پاؤ تو اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا کمانوں کی چلوں کو کاٹ ڈالنا اور اپنی تلوار کو پتھر سے مار کر کند کر دینا۔ پھر اگر کوئی شخص حملہ کرنے کے لئے داخل ہو تو آدم کے دو بیٹوں میں سے بہترین بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جانا۔ ابوداود کی دوسری روایت میں جو انہیں سے روایت کی گئی ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا آپ ہمیں ان حالات میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔

فتنہ کے اصل معنی سونے کو آگ میں پگھلا کر خالص سونا اور کثافتیں دور کرنے کے ہیں۔ اسی سے لفظ فتنہ آزمائش، محنت، فضیحت اور عذاب کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ جو چیزیں فتنہ کا ذریعہ بننے والی ہیں یعنی تمام گمراہیاں بھی فتنہ ہی کہلاتی ہیں۔ فتنوں کو شیطان نے ایک ایسی زینت (Attraction) دے رکھی ہے کہ آدمی خواہی نہ خواہی اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے

امت کو اپنی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنوں سے آگاہ کر دیا۔ جدید مواصلاتی نظام (New Communication Technology) نے فتنوں کو تیزی سے اور ہمہ گیر پھیلنے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتُظْهَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیُكْثَرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا لْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب زمانہ قریب ہوگا (دنیا کا زمانہ آخرت سے) تو علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور حرص اور بخل لوگوں کے دلوں میں ڈالا جائے گا اور کثرت سے ہرج ہوگا تو صحابہؓ نے فرمایا کہ ہرج کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا قتل و غارت گیری۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۶) احسان

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَائِ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يُعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَo (النحل۔۹۰)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰی ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، نامعقول کاموں اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْطَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰی عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُه‘ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِيِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰی رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰی فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِیَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَه‘ يَسْاَلُه‘

وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّه، يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِىْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِىْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه، اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّه، جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يَعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت سفید تھا اور اس کے بال نہایت سیاہ تھے۔ اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ اپنے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں رانوں پر رکھ لئے۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور صاحبِ استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس

شخص نے یہ سن کر کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص سوال بھی کر رہا ہے اور پھر آپ کے جواب کی تصدیق بھی کر رہا ہے پھر اس نے پوچھا اے محمد ﷺ مجھے بتائیے کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور تم تقدیر کے برے اور بھلے ہونے پر بھی پوری طرح یقین رکھو۔ اس شخص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر اس نے یہ سوال کیا کہ اب مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح بندگی کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تحقیق کہ وہ تو تم کو دیکھتا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ قیامت کے بارے میں مجھے بتائیے کہ کب آئیگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے جواب طلب کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے قیامت کی کچھ نشانیاں بتا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور ننگے پیر، ننگے بدن مفلس بکریوں کے چرانے والوں کو تم عالیشان مکانات و عمارات میں فخر و غرور کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا میں کچھ دیر رُکا رہا پھر آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عمر کیا تم جانتے ہو کہ وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیلؑ تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔

حدیثِ جبرئیل کو''ام الاحادیث'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں دین کا کامل اور جامع تعارف آ گیا ہے۔ دین کا مدار اور اس کا کمال تین چیزوں ۱) فقہ ۲) عقائد اور ۳) تصوف پر ہے۔ اس حدیث میں یہ تینوں چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ کا اللہ کے رسول ﷺ سے سوالات کرنے کا واقعہ آپ ﷺ کے آخری دور میں پیش آیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ پر کہ اس میں تمام شرعی احکام اور اعمال بیان ہوتے ہیں، ایمان اشارہ ہے عقائد پر اور احسان اشارہ ہے اصلِ تصوف پر اس سے مراد توجہ الی اللہ ہے۔ فقہ، تصوف اور عقائد ایک دوسرے کے لئے لازم اور ملزوم ہیں، کوئی ان میں سے بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا۔ تصوف بغیر فقہ کے درست نہیں اس لئے کہ احکامِ الٰہی بغیر فقہ کے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ فقہ بغیر تصوف کے صحیح نہیں ہوتی کیونکہ عمل بغیر توجہ الی اللہ اور اخلاص کے تمام نہیں ہوتا اور یہ دونوں بغیر ایمان کے ہرگز صحیح نہیں ہوتے۔ جس طرح روح و بدن کے کہ کوئی ان میں سے بغیر دوسرے کے وجود نہیں پکڑ سکتا۔ امام مالکؒ نے فرمایا جو صوفی ہے اور فقیہ نہیں ہے پس وہ زندیق (بڑا بے دین) ہے اور جو فقیہ ہو اور صوفی نہ ہو وہ زاہدِ خشک ہے اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہی محقق ہوا اور یہی دین کا کمال ہے باقی سب گمراہی ہے۔ (ملخصًا مظاہرِ حق)

حصولِ اِحسان:

اِحسان کا لفظ حُسن سے نکلا ہے، جس کے معنی خوبصورت بنانے کے ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ کا سوال کہ احسان کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تحقیق کہ وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔ احسان کے سلسلہ میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ ایسی بندگی کی جائے گویا کہ بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اس کیفیت کو ''مشاہدہ'' اور ''استغراق'' کہا گیا ہے۔ انسان اللہ کو دیکھنے کا ایک تصور ہی کر سکتا ہے۔ تصورات کی دنیا میں پتہ نہیں بندہ کہاں کہاں چلا جائے گا، اس لئے شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ نے بے محابا طور پر کہہ دیا۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

چونکہ دنیا کی زندگی میں ایک عام بشر کے لئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو ممکن ہی نہیں جبکہ موسیٰؑ جیسے جلیل القدر نبی سے فرمایا گیا کہ ''لن ترانی'' (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا)۔ ''مشاہدۂ حق'' ذاتی تصورات پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ حقیقت پر۔

دوسری حقیقت کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر اور ناظر ہیں اور بندہ کو ہر وقت دیکھ رہے ہیں۔ اس حقیقت کو اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو احسان کی کیفیت پیدا کرنے میں ایک حقیقت ہونے کی وجہ سے زیادہ موثر اور کارگر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے ''اسمائے حسنیٰ'' کا تذکّر اور استحضار مامور بھی ہے اور مطلوب بھی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ۹۹ یعنی ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے ان کو محفوظ کیا اور نگہہ داشت کی وہ جنت میں جائے گا۔

علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ اسمائے حسنیٰ صرف ۹۹ میں منحصر نہیں ہیں اور یہ ان کی پوری تعداد نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے تتبع سے ان کی تعداد ۱۰۰۰ تک پہنچتی ہے۔ حدیث میں ان اسمائے حسنیٰ کے لئے اِحصاء کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی احاطہ کرنے کے ہیں۔ المحصی اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جس کے معنی اپنے علم کے ذریعہ سے ہر چیز کو گھیرنے والا اور اپنے علم وشمار میں یاد رکھنے والا کے ہیں۔ احصاء کا مطلب شارحین نے ان اسماء کو یاد رکھنا، ان کا مطلب سمجھ کر ان کی معرفت حاصل کرنا، ان صفات پر یقین کرنا، ان کو محفوظ کرنا اور ان کی نگہداشت کرنا بیان کیا ہے۔

کیفیتِ احسان کی تعمیر اور تربیت کا بہترین طریقہ اور ذریعہ اُن صفاتِ الٰہی کا تذکُّر واستحضار ہے جو اس کے صفتِ علم اور قدرت سے متعلق ہیں۔ جس بندہ کے دل ودماغ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے السمیع (سب کچھ سننے والا)، البصیر (سب کچھ دیکھنے والا)، العلیم (سب کچھ جاننے والا)، الخبیر (ہر چیز سے باخبر)، اللطیف (لطافت والا)، الشہید (حاضر وناظر)، الرقیب (نگہبان)، الحی والقیوم (ہمیشہ زندہ

اور قائم) کا نقش مرتسم ہو گیا ہے کیا وہ کوئی گناہ کر سکتا ہے؟

۱) وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (التغابن۔۰۴)

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ) وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں میں جو باتیں ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔

۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُه‘ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق۔۱٦)

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے نفس میں جو وسوسے آتے ہیں اس سے بھی ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

۳) اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْفِى السَّمٰوٰتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌo (لقمٰن۔۱٦)

ترجمہ: اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی کسی پتھر کے چٹان میں ہو یا آسمانوں اور زمین میں ہو اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کرے گا اور اللہ بہت باریک بیں اور باخبر ہے۔

۴) لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًاo (الطلاق۔۱۲)

ترجمہ: تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

۵) لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ

عَدَدًا (الجن ۔۲۸)

ترجمہ: تا کہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ ان فرشتوں نے اپنے رب کے پیغامات رسولوں تک پہنچا دئے اور اس نے تمام حالات کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے تو ہر چیز کو فرداً فرداً شمار کر رکھا ہے۔

۶) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِO (آل عمران ۔۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین کی نہ آسمان کی۔

۷) اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِO (ہود ۔۵)

ترجمہ: آگاہ رہو وہ لوگ جو اپنے سینوں کو جھکا کر دوہرا کر لیتے ہیں تا کہ اپنی باتوں کو اللہ سے چھپائیں، سن لو یہ لوگ اپنے کپڑے اپنے اوپر اوڑھا کرتے ہیں اس وقت بھی وہ ان سب باتوں کو جانتا ہے جو یہ چھپا کر کرتے ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں کی پوشیدہ باتوں سے خوب واقف ہے۔

۸) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍO (الانعام ۔۵۹)

ترجمہ: اور غیب کے تمام خزانے اسی (اللہ) کے پاس ہیں ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی خشکی اور تری کی تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی

پتہ ایسا نہیں ہے مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں پڑتا اور کوئی خشک اور تر چیز ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ واضح کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

۹) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَافِى الۡاَرۡضِ مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَيۡنَ مَا كَانُوۡا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝ (المجادلہ۔۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ کہیں تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا جہاں چوتھا وہ نہ ہو اور نہ کہیں پانچ کا کوئی خفیہ مشورہ ایسا ہوتا جہاں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ تین سے کم اور پانچ سے زائد کا کوئی مشورہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ مشورہ کرنے والے کہیں بھی کیوں نہ ہوں۔ پھر انہوں نے جو کچھ بھی کیا ہے قیامت کے دن ان کو جتائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

۱۰) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ۝ (النساء۔۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔

جو بندہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور اس کے نفس میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے بھی واقف ہے، کیا وہ کوئی بری

نیت اور برا ارادہ کرسکتا ہے؟ جو بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کے خدا سے زمین و آسمان کی کوئی چیز یا پتھر کی چٹان کے اندر کی کوئی چیز جو رائی کے دانے کے برابر بھی ہو چھپی ہوئی نہیں ہے کیا وہ مخفی طور پر گناہ کے ارادے کرسکتا ہے؟ جس بندہ کو یہ یقین ہے کہ اس کا رب دلوں کے چھپے ہوئے راز اور آنکھوں کی خیانتوں سے بھی واقف ہے تو کیا وہ کوئی مکر سوچ سکتا ہے؟ جس بندہ کو یہ استحضار ہے کہ اسے ایسی ذات کے سامنے ایک دن کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، جو قادرِ مطلق ہے اور اس کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے کیا وہ ریا کاری کرسکتا ہے؟ صفتِ احسان پیدا کرنے میں یہ طریقہ یقینی اور موثر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان، اسلام کے ساتھ احسان والی کیفیت بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۷) مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ o اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ o (التوبہ۔۹۱-۹۳)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: ناتواں لوگوں پر جہاد سے پیچھے رہ جانے میں کچھ گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے جنہیں خرچ کرنے کے لئے میسر نہیں بشرطیکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول سے خلوص اور ہمدردی رکھیں۔ ایسے نیکوکاروں پر کسی قسم کے الزام کی گنجائش نہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے جو آپ کی خدمت میں اس واسطے حاضر ہوئے کہ آپ ان

کو کوئی سواری دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پاس کوئی ایسی سواری نہیں پاتا جس پر میں تم کو سوار کروں تو وہ یہ سن کر واپس گئے اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی آنکھوں سے غم کی وجہ سے آنسو جاری تھے کہ ان کو خرچ کرنے کے لئے کچھ میسر نہیں ہے۔ بس الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں انہوں نے گھروں میں بیٹھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جانا پسند کیا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اس لئے اب یہ کچھ نہیں جانتے۔

کم طاقت اور ناتوانوں پر اور بیماروں پر جہاد سے رہ جانے میں کچھ گناہ نہیں اور نہ ان لوگوں پر کچھ گناہ ہے جن کے لئے سامانِ جہاد پر خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں بشرطیکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول سے خلوص و ہمدردی رکھیں اور خیر خواہی کرتے رہیں ایسے نیکوکاروں پر کسی قسم کے الزام کی گنجائش نہیں اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں اگر یہ اسلام کی خیر خواہی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں تو ان پر بیٹھے رہنے میں کوئی حرج اور گناہ نہیں اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے جو آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ نے بطور معذرت ان سے یہ فرمایا کہ میں اپنے پاس کوئی سواری نہیں پاتا جس پر تم کو سوار کروں تو وہ آپ کا جواب سن کر واپس گئے اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس جہاد کی تیاری کے لئے خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں یعنی

ایسے فقراء پر بھی کچھ الزام نہیں جو سواری تک کے لئے بھی پیسے نہیں رکھتے، اس توقع میں آئے کہ پیغمبر کے پاس کوئی سواری مل جائے گی لیکن یہاں بھی سواری نہ ملی تو زار و قطار روتے ہوئے اس رنج و افسوس میں واپس ہوئے کہ نہ اپنے پاس نفقہ تھا اور نہ کہیں سے ملا۔ (تفسیرِ کشف الرحمٰن)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ اَقْوَامًا ، مَاسِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ نَّفْقَۃٍ ، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ فِیْہِ ، قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ؟ قَالَ: وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ ، حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ (کنز العمال۔۲۶۲۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ تم جس راستے پر چلے اور تم نے جو کچھ خرچ کیا یا کوئی وادی عبور کی وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیسے، حالانکہ وہ مدینے میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ وہ مدینے میں ہیں (وہ ہمارے ساتھ ہوتے) انہیں عذر نے روکے رکھا تھا۔

نیت کی اہمیت:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِئٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے یعنی اعمال کا ثمرہ نیت پر مرتب ہوتا ہے لہٰذا جس شخص نے اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے ہوگی اور جس شخص نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کی ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے ہوگی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔

نیت کے مسائل:

نیت کے معنی دل کے قصد وارادہ کے ہیں۔ تمام احکام کی بجا آوری میں تقرب الی اللہ کا قصد کرے یعنی جو کام کرے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی رضا کی طلب میں کرے۔ اس میں کسی اور قصد کو شامل نہ کرے اسی کو اخلاص کہتے ہیں۔ اعمالِ مقصودہ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، مثلاً کوئی قیام، رکوع، سجدے کر رہا ہے لیکن نماز کی نیت نہیں کی ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ اس طرح کوئی شخص بغیر کھائے پیئے دن بھر گزارے اگر روزے کی نیت نہیں کی تو روزہ نہیں ہوا۔ عبادات میں نیت ہی کی وجہ سے فرق ہوجاتا ہے کہ نماز فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا نفل ہے۔ ایک عمل میں کئی نیتیں کی جاسکتی ہیں اور ہر نیت کا الگ الگ ثواب ملے گا مثلاً کوئی مسجد جاتا ہے تو یہ نیت کرتا ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زیارت کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں، جماعت کے انتظار میں مسجد گیا ہے، مسجد اس لئے جارہا ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے کیونکہ

مسجد محفوظ جگہ ہے، مسجد اس لئے جاتا ہے کہ اعتکاف کرے، مسجد اس لئے جاتا ہے کہ وہاں ذکر اللہ، تلاوت کرے یا وعظ و نصیحت سنے یا کرے، مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرے اوران کو علمی افادہ اور استفادہ کرے، مسجد سکون کی جگہ رہنے کی وجہ سے محاسبۂ نفس اور تفکر بالآخرت کرے وغیرہ ہر نیت کا الگ الگ ثواب ملے گا۔

نیت چونکہ دل کا عمل ہے اس لئے عبادات میں دل سے قصد کرنا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ محض زبان سے کہا اور دل میں نیت نہیں کی تو عبادت معتبر نہیں ہوگی۔ مباح اعمال جیسے کھانے پینے، نکاح کرنے میں اللہ کی رضا کی نیت کی جائے تو ان اعمال میں بھی ثواب ملے گا۔ بعض اعمال ایسے ہیں کہ محض دل سے نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہوتا زبان سے کہنا ضروری ہوتا ہے، مثلاً طلاق، عتاق۔ بغیر نیت کے طلاق کا لفظ استعمال کیا تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت سے کنایہ کے الفاظ استعمال کیا تو نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

نیت کے درجے:

کسی معصیت اور گناہ کا دل میں خیال آنے کے پانچ درجے ہیں:

۱) ہاجس: دل میں کسی گناہ کا اضطراراً خیال آنا۔

۲) خاطر: دل میں کسی گناہ کا خیال (قصداً) لانا۔

۳) حدیثِ نفس: کسی گناہ کے بارے میں تردد ہونا کہ کیا یہ گناہ کیا جائے یا نہیں۔

۴) ہمّ: اس تردد میں کسی ایک جانب کو ترجیح دینا۔

۵) عزم: قصدِ گناہ کو تقویت دینا۔

شریعت میں ہاجس، خاطر اور حدیثِ نفس ان تینوں پر نہ کوئی مواخذہ ہوگا اور نہ ان پر کوئی عذاب ہوگا۔ یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے۔ ''ہمّ'' میں فرق ہوگا یعنی خیر کی جانب ترجیح دے رہا ہے تو اس پر نیکی لکھی جائے گی اور اگر برائی کو ترجیح دے رہا ہے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی اس امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ البتہ عزم کے بارے میں محققینِ علماء کا قول ہے کہ اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔ (ملخصًا مظاہرِ حق)

اب چند احادیث جس سے نیت کی اہمیت قطع نظر اعمال کے ظاہر ہوتی ہے پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نِیَّتُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ، وَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَیُعْطِی الْعَبْدَ عَلٰی نِیَّتِہٖ مَا لَا یُعْطِیْہٖ عَلٰی عَمَلِہٖ وَذٰلِکَ اَنَّ النِّیَّۃَ لَا رِیَاءَ فِیْھَا وَالْعَمَلُ یَخَالِطُہُ الرِّیَاءُ (کنز العمال۔۷۲۷۰)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے، بسا اوقات اللہ تعالیٰ بندے کو نیت پر اتنا اجر دیتے ہیں کہ عمل پر نہیں دیتے یہ اس لئے کہ نیت میں ریاء نہیں ہوتی اور عمل میں ریاء کے ملنے کا خدشہ رہتا ہے۔

(۲) عَنْ سَھَلَ بْنِ سَعَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نِیَّتُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ

وَعَمَلُ الْمُنَافِقِ خَیْرٌ مِّنْ نِیَّتِہٖ وَکُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی نِیَّتِہٖ فَاِذَا عَمِلَ الْمُؤْمِنُ عَمَلًا نَارَ فِیْ قَلْبِہٖ نُوْرٌ (کنزالعمال۔۷۲۳۷)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہوتا ہے ہر ایک اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ مومن جب کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

(۳) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْضَلُ الْعَمَلِ اَلنِّیَّۃُ الصَّادِقَۃُ (کنزالعمال۔۷۲۳۸)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل عمل سچی نیت رکھنا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا یُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰی نِیَاتِھِمْ (کنزالعمال۔۷۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلنِّیَّۃُ الصَّادِقَۃُ مُعَلَّقَۃٌ بِالْعَرْشِ فَاِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ نِیَّتَہٗ تَحَرَّکَ الْعَرْشُ فَیُغْفَرُ لَہٗ (کنزالعمال۔۷۲۴۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ سچی نیت عرش سے چمٹی ہوتی ہے۔ بندہ جب اپنی نیت میں سچا ہوگا تو عرش متحرک ہوگا اور پھر اس کی بخشش کردی جائے گی۔

(۶) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا اَجرَ اِلَّا عَنْ حِسْبَۃٍ وَلَا عَمَلَ اِلَّا بِنِیَّۃٍ (کنز العمال۔۷۲۵۱)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اجر تو ثواب کی امید پر ہی ملتا ہے اور بغیر نیت کے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

(۷) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً ، فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَعَمِلَھَا کَتَبَ اللّٰہُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ، وَاِنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً، وَاِنْ ھَمَّ (بِسَیِّئَۃٍ) فَعَمِلَھَا کَتَبَ اللّٰہُ سَیِّئَۃً وَاحِدَۃً (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی طرف سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو واضح کرکے ان کے اجر کا قانون اس طرح بیان کیا ہے: ۱) جو شخص بھی کسی نیکی کا ارادہ کرے اور نیکی نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ ایک کامل نیکی اس کے اعمال میں لکھیں گے۔ ۲) جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو دس گنا سے لے کر سات سو تک اور اس سے بے انتہاء

اجر اللہ تعالیٰ عطا کریں گے۔ ۳) جس شخص نے برائی کا ارادہ کیا اور وہ برائی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک کامل نیکی لکھیں گے۔ ۴) جس شخص نے برائی کا ارادہ کیا اور کرگزرا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھیں گے۔

(۸) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ یَبْلَغُ بِهِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ اَتٰی فِرَاشَه' وَهُوَ یَنْوِیُ اَنْ یَقُوْمَ وَ یُصَلِّیَ مِنَ اللَّیْلِ فَغَلَبَتْه' عَیْنَاهُ حَتّٰی اَصْبَحَ کُتِبَ لَه' مَانَوٰی، وَکَانَ نَوْمُه' صَدَقَةً عَلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس ارادے کے ساتھ اپنے بستر پر لیٹتا ہے کہ رات کو اٹھے گا اور نماز پڑھے گا لیکن اس کو گہری نیند آ گئی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں رات کی نماز جس کی اس نے نیت کی اس کا ثواب لکھا جائے گا اور نینداس کے لئے اس کے رب کی طرف سے انعام میں شمار ہوگی۔

(۹) عَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ ثَلَاثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّه' مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مَنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً وَصَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ وَاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُکُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْیَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَ عِلْمًا فَهُوَ یَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّه' وَیَصِلُ رَحِمَه' وَیَعْمَلُ لِلّٰهِ فِیْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ

يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رِزْقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِيْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ وَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوکبشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں قسم کھاتا ہوں تین باتوں کی، تمہیں یہ بات بیان کرتا ہوں تم اسے یاد رکھو۔ جس بات کی میں قسم کھاتا ہوں یہ کہ صدقہ سے بندے کے مال میں کمی نہیں آئے گی اور جس بندے پر ظلم کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھائیں گے اور کسی بندے نے (لوگوں سے) مانگنے کا دروازہ نہیں کھولا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیں گے۔ اور دوسری بات جو میں تمہیں بیان کرتا ہوں اس کو یاد رکھو۔ دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک بندہ ایسا ہے جس کو اللہ نے علم اور مال دونوں دیا ہے وہ اس بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کا جو حق ہے اس کو ادا کرتا ہے یہ سب سے افضل درجے پر ہے اور دوسرا بندہ وہ جس کو اللہ نے صرف علم دیا ہے مال نہیں دیا وہ اپنی نیت میں صادق ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی مال ملا ہوتا تو فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو یہ شخص اجر میں پہلے شخص کے برابر ہے اور اللہ کا ایک بندہ جس کو اللہ نے صرف مال دیا ہے اور علم

نہیں دیا وہ اپنے مال میں بغیر علم کے الٹا سیدھا خرچ کرتا ہے، نہ اپنے رب سے ڈرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے، یہ سب سے بدترین درجے پر ہے اور اللہ کا ایک بندہ وہ جس کو اللہ نے نہ علم دیا ہے نہ مال۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی (الٹا سیدھا خرچ کرنے والے کی طرح) خرچ کرتا۔ اپنی نیت کی وجہ سے وہ اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔

(۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِیْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ یَّکْفِلُنِیْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا وَکَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعَثًا فَخَرَجَ فِیْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعَثًا فَخَرَجَ فِیْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَیْتُ هٰٓؤُلَآءِ الثَّلٰثَةِ فِی الْجَنَّةِ وَرَاَیْتُ الْمَیِّتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ اَمَامُهُمْ وَالَّذِی اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا یَلِیْهِ وَاَوَّلَهُمْ یَلِیْهِ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَکَرْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْکَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَیْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ یُعَمَّرُ فِی الْاِسْلَامِ لِتَسْبِیْحِهٖ وَتَکْبِیْرِهٖ وَتَهْلِیْلِهٖ (احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شدادؓ روایت کرتے ہیں کہ بنو عذرہ کے تین شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ (حصولِ دین اور ریاضت ومجاہدہ کی نیت سے) آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا میری طرف سے کون ان کی خبر گیری کرے گا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میں کروں گا۔ چنانچہ

وہ تینوں حضرت طلحہؓ کے پاس رہنے لگے۔ نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو اس لشکر میں ان تینوں میں سے ایک شخص گیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دوسرا لشکر بھیجا اس کے ساتھ دوسرا شخص گیا وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر چند روز بعد تیسرے شخص کا بستر پر انتقال ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ تینوں کو میں نے جنت میں دیکھا۔ جس شخص کا بستر پر انتقال ہوا تھا وہ جنت میں سب سے آگے درجہ پر ہے۔ دوسرا اس سے قریب وہ ہے جو آخر میں شہید ہوا تھا اور اس سے قریب وہ ہے جو پہلے شہید ہوا تھا۔ اس سے میرے دل میں شک وشبہ پیدا ہوا۔ میں نے نبی ﷺ سے اپنے خواب کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے شک وانکار کا باعث کونسی چیز ہے؟ تم نے خواب میں جس ترتیب سے ان تینوں کو دیکھا ہے وہی مناسب ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک کوئی اس مسلمان سے زیادہ افضل نہیں ہے جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی اور اس کو تسبیح، تکبیر اور تہلیل (عبادات) کرنے کا زیادہ موقع ملا ہو۔

فائدہ: تینوں اشخاص مرابط تھے اور تینوں کی نیت اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور شہادت پانے کی تھی لہٰذا نیت کی وجہ سے درجۂ شہادت پانے میں تینوں برابر ہیں۔ اب جس کو زیادہ عمر ملی ہے، اس نے زیادہ عبادتیں کی ہیں جس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہو گیا۔

(۱۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفِھِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّہٗ کَانَ

حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے تو میں نے پوچھا کہ قاتل کا جہنم میں جانا تو ٹھیک ہے مگر مقتول کس وجہ سے جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا۔ (یعنی اس کی نیت اور ارادہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا تھا)

سب سے اہم کام:

سب سے اہم کام اخلاصِ نیت کا حصول ہے۔ اخلاصِ نیت پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے صفات کو دل و دماغ میں جما لینے سے، آخرت کی پیشی کی استحضار سے اور مخلصین کی صحبت سے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیت کی اہمیت سمجھنے اور اخلاصِ نیت سے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۸) الجہاد فی الاسلام

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ (العنکبوت۔۶۹)
صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسوله الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اور جو لوگ ہمارے لئے مشقتیں برداشت کریں گے تو ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھلائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہے۔

جو لوگ ہماری رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مختلف مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ان کے لئے اپنے قرب اور محبت کی راہیں دکھاتے ہیں اور ہم دنیا اور آخرت میں مخلصین کے ساتھ ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں اپنی راہیں یعنی قرب اور رضا کی راہیں جو بہشت کو لے جانے والی ہیں یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں ریاضت ومجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر وصل کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور نورِ بصیرت عطا فرماتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ ساتھ کا مطلب کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت ان کے ساتھ رہتی ہے۔ راستہ تو ایک ہی ہے لیکن ریاضت ومجاہدے کے بہت سے شعبے ہیں اس لئے

راہیں فرمایا گیا ہے۔ (ملخصًا کشف الرحمٰن)

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُo (الحج۔۷۸)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو چن لیا ہے اور دین کے بارے میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو اس نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہارا لقب قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلمان رکھا تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو۔ پس تم نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہی تمہارا کارساز ہے پس کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے محنت اور کوشش کیا کرو جیسا محنت کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں دینی خدمت کرنے کے لئے منتخب اور پسند فرمایا ہے۔ دین کے بارے میں تم پر کسی چیز کی تنگی نہیں رکھی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو اور ان کے دین کی پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام اور لقب اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلمان رکھا تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم دوسرے لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو۔ تم لوگ نماز کی پابندی کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے

رہو اور اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑے رہو وہی تمہارا مالک اور کارساز ہے سو کیسا اچھا مالک ہے اور کیسا اچھا کارساز ہے۔ اس آیت میں خطاب عام مومنین کو ہے۔ جہاد چونکہ کبھی دین کے دشمنوں کے ساتھ ہوتا ہے کبھی اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاد (محنت اور کوشش) کا لفظ سب کو شامل ہے۔ جہاد اللہ کی رضا کے لئے ہو اور پوری محنت کے ساتھ ہو۔ یہ مجاہدہ خواہ نفس کے ساتھ ہو خواہ دشمنانِ دین کے ساتھ ہو خواہ یہ زبان سے ہو خواہ جان سے ہو خواہ قلم سے ہو خواہ مال سے ہو سب باتیں مجاہدہ میں شامل ہیں۔

میدانِ حشر میں تمام امتیں اس بات کا انکار کریں گی کہ ان کے پاس کوئی نبی یا رسول نہیں آیا۔ اس وقت امتِ مسلمہ یہ گواہی دے گی کہ ہر امت، ہر قوم، ہر ملک اور ہر زمانہ میں اللہ کے نبی اور رسول لوگوں میں دینِ حق کی تبلیغ کرتے رہے اور انہیں انکار پر ڈراتے رہے۔ تمام امتیں معارضہ کریں گی کہ امتِ مسلمہ اس زمانے میں موجود نہیں تھی وہ کیسے گواہی دے سکتی ہیں۔ امت مسلمہ یہ کہے گی کہ ہم نے ہمارے نبی ﷺ سے تعلیم پا کر اور کتاب اللہ کو پڑھ کر یہ جان لیا کہ ہر نبی نے اپنی امت تک دینِ حق کو پہنچایا ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ امت کی گواہی کی توثیق کریں گے اور اس پر تمام امتوں کا فیصلہ ہوگا۔ (ملخصًا کشف الرحمٰن)

جہاد کے معنی پوری کوشش کرنے کے ہیں اور جہاد اور مجاہدہ کے معنی مخالف اور مزاحم قوتوں کے مقابلہ میں اپنی پوری طاقت اور وسائل سے کوشش کرنے کے

ہیں ۔ابنِ عباسؓ اور مقاتلؒ نے فرمایا: ''دین میں جہاد اور مجاہدہ کے معنی اپنی پوری طاقت اور استطاعت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا ہیں''۔ یہ مخالف اور مزاحم قوتیں اندرونی بھی ہوسکتی ہیں اور بیرونی بھی۔اندرونی طور پر جو چیز روکاوٹ بنتی ہے وہ انسان کا خود اپنا نفس ہے اور شیطانِ لعین ہے اور بیرونی طور پر جو چیزیں مخالف اور مزاحم ہوتی ہیں وہ کفار اور منافقین ہیں۔ایک ایمان والے کو اپنی آخری سانس تک ان مخالف قوتوں سے لڑتے رہنا ہی اسلامی جہاد ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَآئِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ (ترمذی،نسائی) وَالْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہ‘ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ (شعب الایمان بروایۃ فضالۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کو امن میں سمجھیں۔اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی عبادت میں اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اور مہاجر (ہجرت کرنے والا) وہ ہے جو تمام گناہوں اور خطاؤں کو ترک کرتا ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْجِھَادِ اَنْ یُّجَاھِدَ الرَّجُلُ نَفْسَہ‘

فِی اللّٰہِ وَھَوَاہُ (کنزالعمال۔۱۱۲۶۲)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی اللہ کی خاطر اپنے نفس اور خواہش سے لڑے۔

(۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَدِمْتُمْ خَیْرَ مَقْدَمٍ وَقَدِمْتُمْ مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ مُجَاھِدَۃُ الْعَبْدِ ھَوَاہُ (کنزالعمال۔۱۱۲۶۰)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جہاد سے لوٹنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ خوش آمدید تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آگئے ہو۔ (جب پوچھا گیا کہ بڑا جہاد کیا ہے) فرمایا کہ بندے کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا۔

(۴) عَنْ سَعِیْدَ بْنِ اَبِیْ ھِلَالٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ عَدُوَّكَ الَّذِیْ یَقْتُلُكَ فَیُدْخِلُكَ اللّٰہُ بِہِ الْجَنَّۃَ وَاِنْ قَتَلْتَہٗ کَانَ لَكَ نُوْرًا وَلٰکِنْ اَعْدَی الْاَعْدَاءِ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ وَامْرَاَتُكَ الَّتِیْ تُضَاجِعُكَ

(کنزالعمال۔۱۱۲۶۳)

ترجمہ: حضرت سعید بن ابوہلالؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا دشمن وہ نہیں ہے کہ اگر وہ تجھے قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تجھے جنت میں داخل کریں اور اگر تو اس کو قتل کرے تو تیرے لئے نور ہو بلکہ دشمنوں کا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے اور تیری بیوی ہے جو تیرے

ساتھ لپٹتی ہے۔

(۵) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِیَ الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلَاۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ تَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَآ اَدُلُّکَ عَلٰٓی اَبْوَابِ الْخَیْرِ الصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْٓئَۃَ کَمَا یُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ وَصَلَاۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَآ اَدُلُّکَ بِرَأْسِ الْاَمْرِوَعُمُوْدِہٖ وَذِرْوَۃِ سَنَامِہٖ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُہُ الصَّلَاۃُ وَذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَآ اُخْبِرُکَ بِمِلَاکَ ذٰلِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ بَلٰی یَانَبِیَّ اللّٰہِ فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ وَقَالَ کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا فَقُلْتُ یَانَبِیَّ اللّٰہِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ قَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَامُعَاذُ وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ (احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے دور رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ درحقیقت تم نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس پر آسان کرے اس کے لئے یہ آسان ہے۔ فرمایا

''اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور خانۂ کعبہ کا حج کرو پھر فرمایا اے معاذ کیا تجھے خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ (وہ یہ ہیں:) روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات میں آدمی کا نماز پڑھنا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: تَتَجَافٰی ۔۔۔۔۔یَعْمَلُوْنَ (ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں پس ایسے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان غیب میں موجود ہے اس کی کسی شخص کو خبر نہیں ہے یہ ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اس چیز کا سر اور ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس چیز کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر فرمایا اس کو روکے رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا ہم زبان سے جو الفاظ نکالتے ہیں اس پر مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھے گم کرے اچھی طرح جان لے لوگوں کو ان کے منہ یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی چیزیں ان کے زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہوں گی۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْجِھَادِ مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَاُھْرِیْقَ دَمُہٗ (کنزالعمال۔۱۱۲۹۵)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل جہاد وہ ہے جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور اس کا خون بھی بہایا جائے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَطِیْبُ اَنْفُسُھُمْ اَنْ یَتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ وَلَا اَجِدُمَا اَحْمِلُھُمْ عَلَیْہِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِیَّۃٍ تَغْزُوْفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ خوف اور لحاظ نہ ہوتا کہ بہت سے مسلمان اپنے بارے میں اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے اور مجھ سے جدا رہیں اور مجھے کوئی ایسی سواری میسر نہیں جس پر میں ان سب کو سوار کردوں تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی بھی لشکر سے پیچھے نہیں رہتا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری تمنا تو یہی ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں

پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَه، مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنَ نِّفَاقٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نہ جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

(۹) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کی چوکیداری دنیا سے اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

(۱۰) عَنْ عِمْرَانِ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ عَلٰی مَنْ نَاوٰهُمْ حَتّٰی یُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمران حصینؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی کوئی نہ کوئی جماعت ہمیشہ حق کی حمایت اور حفاظت کے لئے برسر جنگ رہے گی۔ جو شخص بھی اس جماعت سے دشمنی کرے گا وہ اس پر غالب آئے گی یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ مسیح الدجال سے جنگ کریں گے۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذَ بْنِ جَبَلٍ اَنَّه، سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا الْمِسْكُ وَمَنْ خَرَجَ بِهٖ خُرَاجٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَآءِ

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں اونٹنی کی فواق کے بقدر (اونٹنی کا دودھ ایک مرتبہ دوہ کر دوسری مرتبہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ جو نہایت مختصر ہوتا ہے) لڑا جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ جس شخص کو کسی دشمن سے زخم پہنچایا گیا یا کسی غیر دشمن سے بھی زخم پہنچایا گیا تو قیامت میں وہ تازہ زخم لے کر آئے گا جس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس کی بو مشک کی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جس شخص کو پھوڑا نکلا اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔

جہاد مع النفس:

اوپر بیان کی ہوئی احادیث سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کا نفس ہے جو اسے شریعت کے احکام پر چلنے سے ہر وقت روکتا رہتا ہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر مرتے دم تک اس سے لڑتے رہنا ہے۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد تو آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ لڑتے رہنا ہے۔ نفس کے ساتھ جہاد کے چار مراتب ہیں:

۱) دین کا علم وفہم اور ہدایت حاصل کی جائے، جس کے بغیر نہ کوئی فلاح حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ سعادت۔ جو شخص دین کا علم اور سمجھ نہیں رکھتا دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔

۲) دین کا جو علم اور سمجھ حاصل ہوئی ہے اس پر عمل کیا جائے۔ بغیر عمل کے علم بے فائدہ ہے بلکہ بندہ پر ایک طرح کی حجت ہے۔

۳) اس بات کی کوشش کی جائے کہ دین کا علم انسانوں تک پہنچایا جائے ورنہ ان لوگوں میں سے شامل ہوگا جو دین کا علم چھپانے والے تھے، جن کے لئے عذاب کی وعید ہے۔

۴) دین کی تعلیم اور تبلیغ میں مخلوق کی طرف سے جو بھی مشقتیں آتی ہیں ان کو اللہ کی خاطر صبر سے برداشت کرے۔

چاروں مراتب پر عمل کرنے والا عالمِ ربّانی بنتا ہے۔ سلفِ صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی عالم ربّانی کہلانے کا اسی وقت مستحق ہوتا ہے جب وہ حق کی معرفت حاصل کرے اور خود اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو اس کی تعلیم اور تبلیغ کرنے والا ہو۔ جو شخص دین کا علم حاصل کرتا ہے، اس پر عمل بھی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتا ہے تو عالمِ ملکوت میں ''عظیم'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جہاد مع الشیطان:

شیطان انسان کا پیدائشی دشمن ہے جو چیلنج کر کے نکلا ہے کہ انسان کو ہر ممکن طریقہ سے بہکا کر رہے گا۔ قرآن مجید میں تقریباً ۱۰۰ مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے

شیطان اور ابلیس کا ذکر کیا ہے اور بندوں کو بار بار خبردار کیا ہے کہ وہ اس کی ترغیبات اور وساوس سے چوکنّے رہیں۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے پر جب شیطان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہانکا گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور تحدی (چیلنج) کی کہ:

۱) قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِیْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ o (الحجر۔۳۹،۴۰)

ترجمہ: اس نے (ابلیس) کہا اے میرے رب جیسا کہ تو نے مجھے اپنی رحمت سے محروم کیا میں بھی زمین میں آدمؑ کی اولاد کی نظر میں گناہوں کو خوش نما بنا کر دکھاؤں گا اور سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا مگر ہاں تیرے بندے جو چنے ہوئے ہیں (وہ محفوظ رہیں گے)۔

۲) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ o اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ o (الفاطر۔۵،۶)

ترجمہ: اے انسانوں اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے کہیں تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلاء نہ کرے اور تم کو اللہ کے بارے میں وہ دھوکے باز (شیطان) کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو دشمن بنا لو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

شیطان سے جہاد کے دو مراتب ہیں:

۱) شیطان شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے جسے دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام

پر پختہ یقین رکھنے کی ضرورت ہے۔

۲) شیطان خواہشات، منکرات میں مبتلاء کرتا ہے اس کو دفع کرنے کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ ٥

(الم سجدہ۔۲۴)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو دین کا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرنے والے تھے جب انہوں نے مصائب پر صبر کیا اور ہماری آیتوں پر پورا یقین رکھا۔

جہاد مع الکفار والمنافقین:

کفار اور منافقین سے جہاد اپنے دل سے، زبان سے، مال سے اور اپنی جان سے کیا جاتا ہے۔ کفار کے ساتھ جہاد جان و مال کے ساتھ ہے تو منافقین کے ساتھ جہاد زبان سے مخصوص ہے۔

جہاد مع الظالمین، اہلِ بدعات والمنکرات:

۱) عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ نِ الۡخُدۡرِیِّ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنۡ رَاٰی مِنۡكُمۡ مُنۡكَرًا فَلۡيُغَيِّرۡهُ بِيَدِهٖ فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنۡ لَمۡ يَسۡتَطِعۡ فَبِقَلۡبِهٖ وَذٰلِكَ اَضۡعَفُ الۡاِيۡمَانِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو بھی کسی منکر کو دیکھے طاقت رکھتا ہے تو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر طاقت نہیں

رکھتا تو زبان سے روکے اگر اس کی طاقت بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف ترین درجہ ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطٰنٍ جَائِرٍ (کنز العمال۔۵۵۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔

دین کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے ان ۱۳ طریقوں سے جہاد کیا جاتا ہے۔ (زادالمعاد۔علامہ ابن قیم الجوزیہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی راہ میں اندرونی اور بیرونی دشمنانِ دین سے مرتے دم تک مقابلہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان پر غالب کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۹) جلسۂ افتتاحِ مسجد سے خطاب

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَo (التوبہ۔۱۸)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور جو نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں پس انہیں لوگوں کے تعلق سے یہ امید ہے کہ یہ لوگ صحیح راہ پانے والوں میں سے ہوں۔

آپ حضرات نے ایک مسجد تعمیر کی ہے اور آج الحمد للہ کہ اس کا افتتاح ہے، اس موقع پر آپ نے خطاب کے لئے اس ناچیز کو مدعو کیا ہے، سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس مبارک جلسہ میں شرکت کی توفیق دی اور آپ سب کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں مدعو کیا اور میری بات سننے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس موقعہ پر میں آپ کے سامنے مسجد کے متعلق چند اہم باتیں پیش

کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مسجد کس کو کہتے ہیں؟:

عربی زبان میں سَجَدَ (ن) یَسْجُدُ کے معنی زمین پر سر رکھنا اور سجدہ کرنے کے ہیں۔ مَسْجِد کے معنی سجدہ کی جگہ کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں مسجد وہ جگہ ہے جو کسی شخص یا ایک جماعت نے عبادت کے لئے اپنی ذاتی زمین کو اللہ کی عبادت یعنی فرض نماز کے لئے وقف کر دیا ہو۔ اس پر کوئی عمارت، تعمیر، درودیوار، چھت یا چھپر کا ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ بات میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ بابری مسجد کے انہدام کے بعد لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اب تو وہاں مسجد ہی نہیں ہے، خوامخواہ کیوں اس کا مسئلہ اٹھایا جا رہا ہے! مسجد وقف شدہ جگہ کو کہتے ہیں نہ کہ کسی عمارت کو۔ ہر شہر، قصبہ اور گاؤں میں مسجد کے لئے بقدرِ ضرورت زمین وقف کرنا وہاں کے مسلمانوں کے لئے واجب علی الکفایہ ہے، باقی عمارت بنانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں جو فضائل قرآن اور احادیث میں ہیں ان کا اطلاق جگہ وقف کرنے اور تعمیر کرنے دونوں پر ہوتا ہے اور یہ بات جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک مسجد کا حصہ رہے گا اور مسجد کے نیچے یا اوپر کوئی اور چیز تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ جو جگہ مسجد کے نام سے وقف ہو چکی ہے وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ نہ اسے کسی اور عمارت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے ہٹایا جا سکتا ہے۔ لیز (پٹے پر لی ہوئی زمین) پر مسجد نہیں بنائی جا سکتی، اس پر جو عمارت ہوگی وہ عبادت خانہ تو

ہو گا جماعت کا ثواب تو ملے گا لیکن مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔ جو جگہ حکومت لیز پر سو یا پچاس سال پر دیتی ہے، نہ حکومت نے مسلمانوں کو دی ہے اور نہ مسلمانوں نے اس جگہ کو خریدا ہے، اس لئے اس پر مسجد کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔ مسجد کی تعمیر کے لئے کسی شخص یا جماعت کی ذاتی جگہ کو وقف کرنا ضروری ہے۔ ہمارے مکان کے قریب ہی ایک ایسا عبادت خانہ بنایا گیا ہے! دوسری اہم بات یہ ہے کہ غصب شدہ جگہ پر مسجد نہیں بن سکتی جب تک مالک سے اس کی اجازت نہ لے لی جائے نیز حکومت کے کسی دفتر یا ادارہ پر قبضہ کر کے اس کو مسجد میں شامل کرنا یعنی مسجد بنا دینا بھی غصب ہے۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ افسوس کہ ہماری ''مسجدِ تقوٰی'' کے قریب ضد میں آ کر کچھ لوگوں نے ایک مسجد مغصوبہ زمین پر بنائی ہے!

تمام قوموں میں مسلمانوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اللہ کے دین کی امانت رکھنے والی قوم ہیں۔ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی دین کے ساتھ وابستہ ہے۔ دین کو چھوڑ کر مسلمانوں نے نہ کبھی ترقی کی ہے اور نہ کر سکیں گے۔ دین کا اولین مرکز مساجد ہیں دوسرے نمبر پر دینی مدارس ہیں۔ اگر یہ دونوں ادارے صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دیں تو مسلمان ترقی کریں گے ورنہ انحطاط کا شکار ہو جائیں گے، جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ یہ دونوں ادارے ملتِ اسلامیہ کے لئے پاور ہاؤس کی طرح ہیں جہاں سے دین کی روشنی اور قوت فراہم ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد اور تعمیرِ مسجد کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔

۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (ترمذی، ابنِ ماجہ، الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبرگیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں۔

بیان کے ابتداء میں نے یہی آیت تلاوت کی ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو شخص مسجدوں کی خبرگیری کرتا ہے یعنی مسجد کی مرمت کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے پاک صاف کرتا ہے اور اس میں عبادت کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس میں دینی علوم یعنی قرآن وحدیث کی تدریس میں مشغول رہتا ہے اس کے لئے گواہی دو کہ وہ مومن ہے۔ الحمدللہ کہ آپ نے ایک شاندار مسجد ہی تعمیر کر دی ہے جس میں یہ سارے کام انجام پائیں گے۔

۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ زَوَّارُ اللّٰہِ وَحَقٌّ عَلَی الْمَزُوْرِ اَنْ یُّکْرِمَ زَائِرَہٗ (کنزالعمال۔ ۲۰۳۴۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور ایمان والے اللہ کی زیارت کرنے والے ہیں میزبان

پر اپنے مہمان کا اکرام لازم ہے۔

۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰہِ وَقَدْ ضَمَنَ اللّٰہُ لِمَنْ کَانَتْ مَسْجِدُ بَیْتَہ‘ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَۃِ وَالْجَوَازِ عَلَی الصِّرَاطِ اِلَی الْجَنَّۃِ (کنز العمال۔۲۰۳۴۶)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں جس نے مسجد کو اپنا گھر بنالیا اللہ تعالیٰ اس کو روح (آرام)، راحت اور پل صراط عبور کر کے جنت میں لے جانے کی ضمانت لے لیتے ہیں۔

اللہ کی ذات زماں اور مکان سے وراء ہے، اس کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر قرار دیا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَابْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک شہروں کے مکانات میں سب سے محبوب جگہیں مساجد ہیں اور مبغوض (ناپسندیدہ) جگہیں بازار ہیں۔

۵) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ الْبِقَاعِ الْمَسَجِدَ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْاَسْوَاقَ (کنز العمال۔۲۰۷۲۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین مقامات مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔

۶) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہ‘ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔

۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا کَمَفْحَصِ قُطَاۃٍ اَوْ اَصْغَرَ بَنَی اللّٰہُ لَہ‘ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (کنز العمال۔۲۰۷۳۲)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی چاہے وہ بٹیر کے گھونسلے کے برابر یا اس سے چھوٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔

۸) عَنْ مُعَاذَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہ‘ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْ عَلَّقَ فِیْہِ قِنْدِیْلًا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یَطْفَاَ ذٰلِکَ الْقِنْدِیْلُ، وَمَنْ بَسَطَ فِیْہِ حَصِیْرًا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یَقْطَعَ ذٰلِکَ الْحَصِیْرُ، وَمَنْ اَخَذَ مِنْہُ قَذَاۃً کَانَ لَہ‘ کِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ

(کنز العمال۔۲۰۷۶۷)

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس

نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے، جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کریں گے جب تک وہ قندیل روشن ہے، جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اس کے لئے ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کریں گے جب تک وہ چٹائی نہ ٹوٹے اور جس نے مسجد سے گندگی نکالی اس کو دو گنا اجر ملے گا۔

۹) عَنْ اَبِیْ قُرْصَافَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِبْنُو الْمَسْجِدَ جَمَاءَ، وَاَخْرِجُوا الْقُمَامَةَ مِنْهَا، فَمَنْ بَنٰى لِلّٰهِ بَيْتًا بَنَى اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ بَيْتًافِي الْجَنَّةِ، وَاِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنْهَا مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ (کنز العمال۔۲۰۷۷)

ترجمہ: حضرت ابوقرصافہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجدیں وسیع اور کشادہ بناؤ اور مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالو، جس نے اللہ کے لئے گھر بنایا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں اور مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورِ عین کا مہر ہے۔

تعمیرِ مساجد میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے ہو۔ دکھانے، سنانے، شہرت اور ناموری کے لئے نہ ہو۔ مسجد تعمیر کر کے اپنا نام لکھنے کو فقہاء نے اخلاص کے منافی قرار دیا ہے۔ مسجد کی تعمیر میں اخلاص کے ساتھ تھوڑی سی شرکت بھی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بٹیر کے گھونسلے کی طرح یا اس سے بھی چھوٹی، مسجد تعمیر کرنے پر اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بناتے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ بٹیر کے گھونسلے جیسی مسجد تو ہو سکتی نہیں، اس سے مراد تھوڑی سی شرکت ہے جو اخلاص کی بنیاد پر ہو۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر حلال مال سے ہو اور حرام مال سے پوری طرح اجتناب کیا گیا ہو۔ بندہ جب اپنی حیثیت اور مقدور کے موافق مسجد تعمیر میں حلال مال سے شرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی حیثیت کے موافق اس کے لئے جنت میں محل تعمیر کریں گے۔ حدیث کے الفاظ میں جو وارد ہوا ہے کہ جو بندہ اللہ کے لئے گھر بناتا ہے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل بناتے ہیں۔

۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَه، نُزُلَه، مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبح اور شام جنت میں مہمانی کا انتظام کرتا ہے۔

۱۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَیْنَ جِیْرَانِیْ؟ فَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ: رَبَّنَا وَمَنْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُجَاوِرَكَ؟ فَیَقُوْلُ اَیْنَ عُمَّارُ الْمَسٰجِدِ

(کنز العمال۔۲۰۳۳۸)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پکاریں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے پوچھیں گے کہ اے ہمارے رب کون ہے جو آپ کا پڑوسی بننے کا اہل ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں مسجدوں کے آباد کرنے والے وہی میرے پڑوسی ہیں۔

۱۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عُمَّارُ مَسَاجِدِ اللّٰہِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ

(کنزالعمال۔۲۰۳۴۰)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے ہی اللہ والے ہیں۔

جو لوگ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلا کام تعمیرِ مسجد کا کیا، راستہ میں آپ نے قباء میں قیام کیا تھا تو وہاں مسجدِ قباء کی بنیاد ڈالی اور جب مدینہ پہنچے تو مسجدِ نبوی کی تعمیر کی۔ اول جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جہاں آکر بیٹھی وہ دو یتیموں، سہل اور سہیل کی تھی۔ آپ نے قیمت دے کر یہ جگہ ان سے خرید لی اور اس پر مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفسِ نفیس انصار و مہاجرین کے ساتھ شریک کار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرَ الْاٰخِرَہْ　　فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہْ

(اے اللہ آخرت کے خیر اور بھلائی کے سوا کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما)

اس عالم کا قیام و بقاء اللہ کے گھر (بیت اللہ) کے سبب سے ہے:

اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۷ میں فرماتے ہیں:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌO

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بزرگی والا گھر ہے اور حرمت والے مہینوں کو اور حرم کو جانے والی قربانی کو اور وہ قربانیوں کو جن کے گلے میں پٹہ پڑا ہوتا ہے لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے تاکہ تم اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔

لفظ ''قیام'' اسمِ مصدر ہے، قیام اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر کسی چیز کی بقاء اور انحصار موقوف ہو۔ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کے معنی یہ ہوئے کہ کعبہ اور اس کے متعلقات انسانوں کے قیام اور بقاء کا سبب اور ذریعہ ہیں۔ کعبہ کے ساتھ تین اور چیزوں کو شامل کیا گیا ہے، حرمت والے مہینے، حرم میں ہونے والی قربانی اور قلائد، جس کے معنی پٹے یا ہار کے ہیں جو قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈالے جاتے تھے یا جو شخص حج کے لئے نکلتا تھا اپنے گلے میں ڈالتا تھا۔ یہ تینوں چیزیں کعبہ ہی سے متعلق ہیں۔

جب تک بیت اللہ باقی ہے اور لوگ اس کا حج کر رہے ہیں یہ دنیا باقی ہے۔ قیامت کے قریب بیت اللہ اٹھا لیا جائے گا۔ عالم کی تمام مساجد بیت اللہ کی شاخیں

ہیں۔ عالمِ آخرت میں تمام مساجد کی جگہیں بیت اللہ سے جوڑ کر جنت کی زمین میں شامل کی جائیں گی اسی لئے مساجد کو جنت کے باغ کہا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ مَارِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ اَلْمَسَاجِدُ قِیْلَ وَمَاالرَّتْعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو میوہ کھایا کرو پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میوہ خوری کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا ہے۔

تاریخ کا ایک واقعہ:

تعمیرِ مساجد کا مقصد جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرنا اور نماز کو قائم کرنا ہے۔ نماز ایک جامع اور کامل عبادت ہے جو ایمان والوں پر جماعت کے ساتھ مسجد میں پانچ وقت کے لئے فرض کی گئی ہے تا کہ انہیں صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بنائے۔ ہم لوگ مسجد تو بنا لیتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں نمازی نہیں بنتے۔ آزادئ ہند سے پہلے بھی فسادات ہوا کرتے تھے ایسے ہی فساد میں ایک مسجد شہید کر دی گئی۔ مگر مسلمانوں نے راتوں رات اس کی تعمیر کر دی۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ نے اسی کا شکوہ اپنے اس شعر میں کیا ہے؎

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح معنوں میں اس کا بندہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور مثالی نمازی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۰) زندگی کے مصائب

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o لَاۤ اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِ o وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الۡبَلَدِ o وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ o لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ o (البلد-۴-۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں میں اس شہر (مکہ) کی اور آپ کو اس شہر میں حلال کر دیا گیا ہے اور میں قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اس کی اولاد کی، تحقیق کہ انسان کو ہم نے بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بلدِ امین مکہ کی قسم کھائی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے ظلم و ستم کو حلال کر دیا گیا تھا۔ حرم مکہ وہ مقام ہے جہاں آدمی اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھتا تو اس سے تعرض نہیں کرتا تھا، نہ یہاں شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ قصاص لیا جا سکتا ہے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی پر جینا دوبھر کر دیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کر کے مدینہ جانا پڑا۔ حِلٌّ کا دوسرا مفہوم مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شہر میں آپ پر کفار سے جنگ کرنا حلال ہونے والا ہے اور آپ فاتحانہ

داخل ہونے والے ہیں۔ باپ اور اس کی اولاد سے مراد حضرت آدمؑ اور آپ کی قیامت
تک ہونے والی اولاد مراد ہیں۔ باپ اور اس کی اولاد کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ
بات بیان کی ہے کہ انسان کو ہم نے محنت اور مشقت میں پیدا کیا ہے۔ پہلی دو آیتوں
کو بطورِ قسم کے پیش کر کے اس بات کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ انسانی زندگی مشقتوں
سے عبارت ہے۔

کَبِدَ کے معنی دردِ جگر میں مبتلا ہونے کے ہیں۔ پھر مطلق سختی اور مشقت
کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ انسان کی تخلیق ہی اس انداز میں ہوئی ہے کہ وہ
پیدا ہونے سے لے کر موت تک رنج وغم اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔ استقرارِ حمل
سے وضع حمل تک کتنے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ پیدائش کے بعد نہایت بے
بس، والدین کے رحم وکرم پر اس کی زندگی گزرتی ہے، ہر ضرورت اور تکلیف پر سوائے
رونے اور چلانے کے کچھ نہیں کر سکتا۔ جب ذرا بڑا ہوا، چلنے اور دوڑنے کے قابل
ہوا تو بے شمار خطرات، کہاں گرے گا اور کہاں پڑے گا۔ جوان ہو گیا تو کیا کہنا جوانی
تو دیوانی ہوتی ہے۔ جوانوں کی زندگی تو اندیشوں اور خطرات سے پُر ہے۔ آپ
دیکھتے ہیں کہ کس طرح نوجوان گاڑیوں پر بے تحاشہ پھرتے رہتے ہیں، کہیں ٹکر
ہو گئی تو زندگی ختم۔

انسان کی زندگی غذا پر منحصر ہے جس کی تحصیل کے لئے کسبِ معاش کی تکلیف
اٹھانی پڑتی ہے۔ انسانی مزاج کی ساخت ایسی ہے کہ اعتدال میں ذرا سا فرق آ گیا

تو بیمار پڑا۔ انسان ایک سماجی حیوان (مدنی الطبع) ہے دوسرے انسانوں کے ساتھ میل جول پر ہی اس کی زندگی ہے۔ دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات خوش گوار بھی ہو سکتے ہیں اور ناخوش گوار بھی۔ ناخوشگوار تعلقات اس کی زندگی کو اجیرن بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غالبؔ نے دنیاوی زندگی کی بہت صحیح ترجمانی کی ہے:۔

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

موت سے زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ آدمی عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت میں داخل ہوتا ہے جو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ جوانی ختم ہو کر جب بڑھاپا آتا ہے تو تمام عوارض لے کر آتا ہے۔ ان عوارض کو جھیلتے ہوئے موت کا مزہ چکھنا پڑھتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران۔۱۸۵)
ترجمہ: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

موت انسانی زندگی کا آسان مرحلہ نہیں ہے۔ موت کے بعد عالمِ برزخ اور وہاں کی تکالیف جھیلنی پڑتی ہیں۔ عالمِ برزخ میں کتنے ہزار سال گزارنے ہیں اللہ ہی جانے۔ پھر نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانی کے بعد دوبارہ جسم کے ساتھ اٹھ کر میدانِ محشر میں حساب کتاب کے لئے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ ''فزعِ اکبر'' کی پریشانی تو ناقابلِ بیان اور ناقابلِ برداشت ہے۔ کوئی مخلوق اتنی مشقتیں نہیں جھیلتی جتنا انسان برداشت کرتا ہے باوجود اس کے کہ وہ جسم اور جثہ میں اکثر جانوروں

کی نسبت ضعیف اور کمزور ہے۔ انسان سب جانوروں سے زیادہ شعور وادراک رکھتا ہے اس لئے محنت کی تکلیف بھی اسی کو زیادہ ہوتی ہے۔

اس سورت کی شروع کی چار آیات میں قسم اور جوابِ قسم کے ذریعہ انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہاری یہ خواہش کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے، کسی تکلیف سے سابقہ نہ پڑے، یہ خیالِ خام ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ جب مشقت اور محنت کا پیش آنا ناگزیر ہے تو اس چیز کے لئے محنت ومشقت کرے جو ہمیشہ کام آئے یعنی آخرت کی زندگی کے لئے اپنی ساری قوت اور سعی کو لگا دے اور وہ ایمان اور عملِ صالح پر مبنی ہے۔ خالقِ کائنات نے انسانی زندگی کا مقصد ہی آزمائش قرار دیا ہے تو یہاں راحت تلاش کرنا نادانی ہے، چنانچہ فرمایا گیا:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ۝ (الملک۔۱،۲)

ترجمہ: بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ساری کائنات کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور وہ بڑا زبردست اور بہت بخشنے والا ہے۔

ایمان والوں کے سلسلہ میں تو تاکیداً یہ فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَ نْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (البقرہ۔۱۵۵)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں کسی قدر خوف، بھوک، مال و جان کے نقصان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے آپ صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

انبیاء و رسل کو تو سب سے زیادہ مصائب آتے ہیں۔ عام مصائب کے علاوہ انہیں دعوت و تبلیغ کے لئے بے انتہاء مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ بعض اوقات انہیں اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑتی ہے۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُہٗ وَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ رِقَّۃً ھُوِّنَ عَلَیْہِ فَمَا زَالَ کَذٰلِكَ حَتّٰی یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ مَالَہٗ ذَنْبٌ (ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ سخت بلائیں کن لوگوں پر آتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاءؑ پر اور پھر جوان کے مشابہ ہے، اور جوان کے مشابہ ہے۔ آدمی کو اس کے دین کے موافق آزمایا جاتا ہے۔ اگر دین میں مضبوط ہے تو آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، اگر دین میں کمزوری ہے تو آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔ ایمان والا بلاؤں میں گرفتار رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور زمین پر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَایُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ

اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا لَا یُؤْذٰی اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَۃٍ وَیَوْمٍ وَمَالِیْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ یَاْکُلُہٗ ذُوْکَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُوَارِیْہِ اِبِطُ بِلَالٍ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ درحقیقت اللہ کی راہ میں مجھے ایسا ڈرایا گیا کہ کسی کو ایسا نہیں ڈرایا گیا اور تحقیق مجھے اللہ کی راہ میں وہ ایذا دی گئی جو کسی کو نہیں دی گئی۔ تحقیق مجھ پر تیس رات دن ایسے گزرے کہ میرے لئے اور بلال کے لئے کھانے کے لئے کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے سوائے اس چیز کے جس کو بلال اپنی بغل میں چھپا کر لاتے تھے۔

مصائب کے اسباب:

(۱) مصائب اور پریشانیوں کا اہم سبب ہمارے گناہ ہیں۔

۱) وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ○ (الشوریٰ۔۳۰)

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو (اللہ تعالیٰ) معاف ہی کر دیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یُصِیْبُ عَبْدًا نَکْبَۃٌ فَمَا فَوْقَھَا اَوْ دُوْنَھَا اِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا یَعْفُوا اللّٰہُ عَنْہُ اَکْثَرُ وَقَرَاَ وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کسی بندے کو تکلیف چاہے وہ بڑی ہو یا چھوٹی جو بھی پہنچتی ہے وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو بہت سے گناہ معاف ہی کر دیتے ہیں پھر آپ نے سورۂ شوریٰ کی آیت وَمَآ اَصَابَکُمْ ۔۔۔۔ یعنی (اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو (اللہ تعالیٰ) معاف ہی کر دیتے ہیں)

۲) لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ وَلَا یَجِدْلَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا○ (النساء۔۱۲۳)

ترجمہ: نہ تو تمہاری آرزوں پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی امیدوں پر بلکہ جو شخص بھی کوئی برائی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا کارساز پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ پر شاق گزری۔ صدیقِ اکبرؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب نجات اور فلاح کی کیا صورت ہوگی کیونکہ جو برا کام بھی ہم سے ہوگا اس کی سزا ہم کو ضرور بھگتنی پڑے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تیری مغفرت کرے کیا تجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، کیا تجھے کوئی غم نہیں ہوتا، کیا تجھ کو کسی آفت سے دوچار ہونا نہیں پڑتا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ہاں ایسا تو ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی جزا تو ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

(ب) مصائب ایمان والوں کے لئے کفارۂ سیئات بنتے ہیں:

۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا ھَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ حَتّٰی الشَّوْکَۃُ یُشَاکُھَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ خَطَایَاہُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی رنج ودکھ اور بیماری وتکلیف اور فکر وپریشانی اور صدمہ وغم اور حزن وملال پہنچتا ہے یہاں تک کہ جو کانٹا بھی اس کو چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَۃِ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَمَا عَلَیْہِ مِنْ خَطِیْٓئَۃٍ

(ترمذی، مالک)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مرد یا عورت کو اس دنیا میں اس کی ذات، اس کے مال، اس کی اولاد میں کچھ نہ کچھ بلا ہمیشہ پہنچتی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ج) مصائب ایمان والوں کے لئے رفعِ درجات کا ذریعہ ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ نِ السُّلَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ لَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ ابْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ جَسَدِہٖ اَوْ فِیْ مَالِہٖ اَوْ فِیْ وَلَدِہٖ ثُمَّ صَبَّرَہٗ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی یُبَلِّغَہُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ (احمد، ابوداود)

ترجمہ: حضرت محمد بن خالد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کے لئے کوئی اعلیٰ درجہ (جنت میں) مقدر ہوتا ہے اور وہ اس درجہ کو اپنے عمل کے ذریعہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی جسمانی بلا یا مالی نقصان یا اولاد کے تعلق سے پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اس بلا پر اس کو صبر کی توفیق بھی دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو اس درجہ تک پہنچا دیتا ہے جو اس کے لئے اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔

مصائب کا علاج:

(ا) ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (التغابن۔۱۱)

ترجمہ: کوئی مصیبت بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے نہیں آیا کرتی اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے دل کو صحیح راہ دکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کے صفات پر، اس کے اختیارات پر پورا یقین رکھنے والا ہے نہ وہ پریشان ہوگا اور نہ غمگین ہوگا۔ نہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ

کے تعلق سے بدگمانی پیدا ہوگی نہ شکایت۔ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا گو حکمت ہمارے سمجھ میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے یعنی جس کے پاس رحمت کے بے انتہاء خزانے ہیں اور وہ بندوں پر بے انتہاء رحم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم بھی ہے یعنی وہ ذات جو بغیر مانگے اور بغیر استحقاق کے دینے والی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ رؤف اور ودود ہے یعنی بندوں پر بے انتہاء مہربان اور ان سے بے انتہاء محبت کرنے والا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ (جو چاہے کر گزرنے والا) ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضہ اس کی قضا اور قدر (تقدیر) پر ایمان لانا ہے۔ جو کچھ اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی اس کائنات میں اور اس کی ذات میں پیش آ رہا ہے۔ تقدیر سے ناراض رہ کر آدمی نہ تقدیر کو پلٹ سکتا ہے اور نہ خوش رہ سکتا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِیْمَانُ بِالْقَدْرِ یَذْهَبُ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ (کنز العمال۔۴۸۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر پر ایمان فکر اور غم کو دور کرتا ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ هِنْدَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ لَّمْ یَرْضِ بِقَضَائِیْ وَیَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَلْتَمِسْ رَبًّا سِوَایِ (کنز العمال۔۴۸۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہندؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حدیثِ قدسی) کہ جو بندہ میری قضا (یعنی تقدیر فیصلے) پر راضی نہیں ہے اور میری نازل کی ہوئی بلا پر اسے صبر نہیں ہے تو اسے چاہیئے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔

۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُکْثِرْ ھَمَّکَ مَا یُقَدَّرُ یَکُنُ وَمَا تُرْزَقُ یَاْتِکَ (کنز العمال۔۵۰۵)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ رنج وغم نہ کیا کر جو تیری تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا اور جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ تجھ تک پہنچ کر رہے گا۔

۴) عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْکُہُ اِسْتِخَارَۃَ اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر کے فیصلہ پر راضی رہنا آدمی کی سعادت کی دلیل ہے اور اس کی بدبختی کی دلیل یہ ہے کہ وہ اللہ سے خیر کی توفیق مانگنا چھوڑ دے اور اس کی بڑی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر ناراض رہے۔

۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عُظْمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاھُمْ فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضَاءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ

السَّخَطُ (ترمذی،ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی آزمائش سخت ہوگی اس کا بدلہ بھی اتنا ہی بڑا ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزماتا ہے جو اللہ کی بلا پر راضی ہوگیا اللہ بھی اس سے راضی ہوجاتا ہے اور جو اللہ کی بلا سے ناراض ہوا اللہ بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

دنیا کے مصائب پر آخرت میں جو اجر ملنے والا ہے اس کا یقین بڑی سے بڑی مصیبت کو آسان کردیتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْاَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِى الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں اہلِ عافیت ہیں جب وہ قیامت کے دن مصیبت میں مبتلاء لوگوں کو ملنے والے زبردست اجر وثواب کو دیکھیں گے تو یہ آرزو کریں گے کہ کاش کہ دنیا میں ان کی کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتی اور انہیں یہ اجر ملتا۔

(ب) رجوع الی اللہ:

توبہ واستغفار، ذکر ودعا، درود وسلام مصائب کو دور کرنے میں تیر بہدف ثابت ہوتی ہیں۔ مصیبت میں رجوع الی اللہ کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں

فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ٥ (البقرہ۔۱۵۷،۱۵۶)

ترجمہ: جب ان پر کسی قسم کی مصیبت آتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کی مِلک ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے اوپر ان کے رب کی طرف سے خاص عنایتیں ہوں گی اور رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ صحیح راستے پر چلنے والے ہیں۔

۱) عَنْ اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ یُصَابُ مُصِیْبَۃٌ فَیَقُوْلَ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاَجِرْنِیْ فِیْھَا وَاَعْقِبْنِیْ مِنْھَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ ذٰلِکَ (کنزالعمال۔۶۶۴۸)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہتا ہے کہ بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کے طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اے اللہ میں اس مصیبت پر آپ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں مجھے اجر عطا فرمایئے اور اس کے بدلے بہترین چیز عطا فرمایئے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دیتے ہیں۔

حضرت امِ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میرے شوہر ابوسلمہؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر میرے پاس آئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک

عجیب چیز سنی ہے کہ جس بندے کی کوئی چیز فوت ہو جائے یا نقصان ہو جائے اور پھر وہ مندرجہ بالا کلمات کہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مصیبت کا اجر دینگے اور اس سے بہتر چیز بھی دینگے۔ جب ابو سلمہؓ کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے کلمات (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاَجِرْنِیْ فِیْھَا وَاَعْقِبْنِیْ مِنْھَا خَیْرًا) پڑھے۔ پھر میں سوچنے لگی کہ میرے شوہر ابو سلمہؓ تو میرے لئے اتنے اچھے تھے ان سے بہتر آدمی کون ہو سکتا ہے۔ بس میں یہی سوچتی رہی اور جب میری عدت ختم ہو گئی تو خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغامِ نکاح بھیجا! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہو گیا۔ یہ ان کلمات پڑھنے کا نتیجہ اور تاثیر ہے۔

۲) عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ یُصَابُ بِمُصِیْبَةٍ فَیَذْکُرُھَا وَاِنْ طَالَ عَھْدُھَا فَیُحْدِثُ لِذٰلِكَ اسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَہٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاَعْطَاہُ مِثْلَ اَجْرِھَا یَوْمَ اُصِیْبَ بِھَا (احمد، بیہقی)

ترجمہ: حضرت حسینؓ ابنِ علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان مرد یا عورت پر کوئی مصیبت پہنچی اور اس پر طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود جب بھی وہ مصیبت یاد آئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہی ثواب عطا کریں گے جو اس کو مصیبت کے دن عطا کئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

رٰجِعُوْنَ پڑھ لیا کرو۔ چراغ گُل ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ تو صرف چراغ ہی گُل ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو ایمان والے کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے اور ہر مصیبت پر استرجاع (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ) کہنا چاہئیے۔

۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(احمد، ابوداود، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا کرتا ہے اور ہر غم سے خلاصی دیتا ہے اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَکْثِرُوْا مِنْ ذِکْرِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھَا تَدْفَعُ عَنْ قَائِلِھَا تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاھَا الْھَمُّ

(کنزالعمال۔۱۹۶۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (کسی معصیت یا مصیبت سے بچنے کی طاقت، کسی بھلائی یا نیکی کی قوت اللہ کی مدد کے سوا نہیں ہے) پڑھا کرو کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والوں سے ۹۹ مصائب کے دروازے بند کرتا ہے جس میں ادنیٰ غم ہے۔

مصائب کے نزول پر رسول ﷺ کی دعائیں:

۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ وَاَمَرَنِيْ اِنْ نَّزَلَ بِيْ كَرْبٌ اَوْ شِدَّةٌ اَنْ اَقُوْلَهَا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (کنزالعمال۔۴۹۹۲)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا کہ اگر مجھ پر کوئی مصیبت یا سختی نازل ہوجائے تو میں یہ کلمات پڑھ لیا کروں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بردبار کرم کرنے والا ہے، اللہ کی ذات پاک ہے۔ اللہ کی ذات بابرکت ہے جو عرشِ عظیم کا پروردگار ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔

۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَزَلَ بِهٖ هَمٌّ اَوْ غَمٌّ قَالَ: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (کنزالعمال۔۵۰۱۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو جب کوئی رنج وغم پیش آتا تو یہ دعا پڑھتے: يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (اے زندہ ہستی جو ساری کائنات کو تھامے ہوئے ہے تیری رحمت سے میں فریاد کرتا ہوں)

۳) عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ مَامِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ صَادِقًا كَانَ بِهَا اَوْ كَاذِبًا

اِلَّا کَفَاہُ اللّٰہُ مَا اَھَمَّہُ (کنز العمال۔۵۰۱۱)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ کوئی بندہ بھی سات مرتبہ یہ کلمات: حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (اللہ میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے، میں نے اسی پر پورا بھروسہ کیا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے) کہے تو اللہ اس کے ہر مشکل کے لئے کافی ہو جاتا ہے خواہ کہنے والا سچا ہو یا جھوٹا۔

۴) عَنْ اَسْمَاءِ بِنْتِ عَمِیْسٍ قَالَتْ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ عِنْدَ الْکَرْبِ: اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا (کنز العمال۔۵۰۱۲)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے جو میں مصیبت کے وقت پڑھا کرتی ہوں: اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا (اللہ اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی)

۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا وَقَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ الْعَظِیْمِ فَقُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (کنز العمال۔۳۴۱۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی مشکل میں گھر جاؤ تو یہ کہو: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے)

۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا کَرَّبَنِیْ اَمْرٌ اِلَّا تَمَثَّلَ لِیْ جِبْرِیْلُ

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ قُلْ "تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا" (کنز العمال۔۳۴۴۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی مجھے کوئی رنج لاحق ہوا جبریلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد کہو تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا (میں نے اس ذات پر پورا بھروسہ کیا جو زندہ ہے جس کو موت نہیں آتی ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہو اور تم اس کی خوب بڑائی بیان کرو۔

۷) عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشَیْءٍ اِذَا نَزَلَ بِاَحَدِکُمْ کَرْبٌ اَوْ بَلَاءٌ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا دَعَا بِہٖ فَیُفْرَجُ عَنْہُ، دُعَاءُ ذِی النُّوْنِ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" (کنز العمال۔۳۴۱۹)

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم پر دنیا کی کوئی مشکل یا مصیبت نازل ہو جائے تو ذوالنون (یونسؑ کی دعا): لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے اور میں گناہ گاروں میں سے ہوں) پڑھ کر دعا مانگے

اس سے وہ مصیبت ضرور دور کردی جائے گی۔

۸) عَنْ عِلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا قَالَ عَبْدٌ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِکْفِنِیْ کُلَّ مُھِمٍّ مِنْ حَیْثُ شِئْتَ، وَمِنْ اَیْنَ شِئْتَ اِلَّا اَذْھَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھَمَّہٗ (کنزالعمال۔۳۴۳۳)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ بھی مصیبت اور پریشانی کے وقت ان الفاظ میں اللہ سے دعا کرے گا اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِکْفِنِیْ کُلَّ مُھِمٍّ مِنْ حَیْثُ شِئْتَ، وَمِنْ اَیْنَ شِئْتَ اِلَّا اَذْھَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھَمَّہٗ (اے اللہ ساتوں آسمان کے اور عرشِ عظیم کے مالک تو میری تمام مشکلات کے لئے کافی ہوجا جس طریقہ سے تو چاہے اور جہاں سے تو چاہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور پریشانی کو دور کریں گے)

۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَصَابَ مُسْلِمًا قَطُّ ھَمٌّ اَوْ حُزْنٌ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْئَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَكَ سَمَّیْتُ بِہٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِكَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ نُوْرَ بَصَرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ اِلَّا اَذْھَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھَمَّہٗ وَاَبْدَلَ مَکَانَ حُزْنِہٖ فَرَحًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَعَلَّمُ ھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ قَالَ بَلٰی یَنْبَغِیْ لِمَنْ سَمِعَھُنَّ اَنْ یَتَعَلَّمَھُنَّ (کنزالعمال۔۳۴۳۴)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کو کوئی رنج یا غم لاحق ہو وہ یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ۔۔۔۔۔ وَذَھَابَ ھَمِّیْ (اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، تیرا ہی فیصلہ میرے بارے میں نافذ ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں سراپا عدل ہے، تیرے ہر اس نام کے واسطہ سے جو اپنا نام تو نے خود رکھا یا جو نام تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا یا جسے تو نے اپنے علمِ غیب میں اپنے نزدیک محفوظ فرمایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے رنج کے دور ہونے اور میرے فکر و غم کے ازالہ کا ذریعہ بنا دے)۔'' اللہ پاک ضرور اس کے رنج کو زائل فرمائیں گے اور اس کے بدلے خوشی عنایت فرمائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ان کلمات کو ہم یاد نہ کرلیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو بھی ان کلمات کو سنے ضرور یاد کرلے۔''

۱۰) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا عَلِیُّ اِذَا حَزَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ ''اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنِیْ بِكَنَفِكَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَاغْفِرْلِیْ بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ فَلَا اَھْلِكَ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَكَمْ مِنْ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَھَا عَلَیَّ قَلَّ لَكَ عِنْدَھَا شُكْرِیْ وَكَمْ مِنْ بَلِیَّةٍ اِبْتَلَیْتَنِیْ بِھَا قَلَّ لَكَ صَبْرِیْ فَیَامَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ شُكْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَامَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِهٖ صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَامَنْ رَاٰنِیْ

عَلَى الْخَطَايَا فَلَمْ يَفْضَحْنِيْ يَاذَا لْمَعْرُوْفِ الَّذِيْ لَا يَنْقَضِيْ اَبَدًا وَيَاذَا لنَّعْمَاءِ الَّتِيْ لَا تُحْصٰى اَبَدًا اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبِكَ اَدْرَأُ فِيْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ وَالْجَبَّارِيْنَ " (کنز العمال۔۳۴۴۱)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں کوئی پریشان کن معاملہ درپیش آئے تو یہ کلمات پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ احْرُسْنِيْ ۔۔۔۔ وَالْجَبَّارِيْنَ (اے اللہ اپنی اس آنکھ سے میری نگہبانی فرما جو کبھی سوتی نہیں اور مجھے اپنی اس حفاظت میں لے لے جس کے قریب جانے کا کوئی ارادہ نہیں کرسکتا۔ مجھ گناہ گار بندہ پر جو تیری قدرت ہے اس کے صدقے میں تو میرے گناہ معاف کردے کہ میں ہلاکت سے بچ جاؤں۔ تو ہی میری امیدوں کا مرکز ہے۔ اے میرے مالک تو نے کتنی ہی نعمتوں سے مجھے نوازا جس کا شکر مجھ سے بہت کم ادا ہوسکا۔ اور کتنی آزمائش میں مبتلا کیا گیا ان آزمائشوں میں مجھ سے صبر میں بڑی کوتاہی ہوئی۔ اے وہ ذات جس کی نعمتوں کا شکرادا کرنے میں میں نے کوتاہی کی تو نے مجھے نعمتوں سے محروم نہیں کیا۔ اے وہ ذات جس کی آزمائشوں میں مجھ سے صبر میں کوتاہی ہوئی تو مجھے رسوا نہیں کیا۔ اے وہ ذات جس نے مجھے گناہوں میں دیکھا مگر مجھے شرمندہ نہیں کیا۔ اے وہ ذات جو ہمیشہ اور تا ابد احسان وکرم فرمانے والی ہے، اے وہ ذات جو ان نعمتوں کی مالک ہے جس کی نعمتوں کو کبھی شمار نہیں کیا جاسکتا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر درود وسلام نازل فرما۔ تیرے ہی زور وبھروسے پر

میں دشمنوں اور سرکشوں کے مقابلے میں آتا ہوں۔

۱۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوتیں بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔

(۱۲) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ النِّصْفَ فَقَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر کثرت سے درود وسلام بھیجتا ہوں آپ مجھے بتادیجئے کہ میں اپنی دعا میں کتنا حصہ اس کے لئے مخصوص کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھائی آپ پر صلوۃ کے لئے مخصوص کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تو میں نے عرض کیا کہ تو پھر آدھا وقت آپ پر

صلوۃ کے لئے مخصوص کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تو میں نے عرض کیا کہ دو تہائی وقت آپ پر صلوۃ کے لئے مخصوص کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تو میں نے عرض کیا کہ سارا ہی وقت آپ پر درود وسلام کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ کی طرف سے کفایت کی جائے گی اور تمہارے سارے گناہ ختم کر دئے جائیں گے۔

۱۳) عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ رَجُلٍ رَأٰی مُبْتَلًی فَقَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا " اِلَّا لَمْ یُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَّا كَانَ

(ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کی نظر کسی مصیبت زدہ پر پڑے اور وہ کہے اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ۔۔۔۔ تَفْضِیْلًا (اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عافیت دی اور مجھے اس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تجھ کو مبتلا کیا گیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اس نے مجھے فضیلت بخشی) تو وہ اس بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا خواہ کوئی بھی مصیبت ہو۔

۱۴) عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَكٰی فَقَالَ سَلُوااللّٰهَ

اَلْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَاِنَّ اَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْعَافِيَةِ

(ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ منبر پر کھڑے ہو گئے پھر روئے اور فرمایا کہ اللہ سے اس کی بخشش اور عافیت طلب کرو۔ کوئی شخص یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دیا گیا۔

عافیت کے معنی دین میں فتنوں سے سلامتی اور بدن میں بری بیماریوں اور رنج و غم سے حفاظت کے ہیں۔ مصیبت اور پریشانی کے سلسلہ میں احادیث میں سو سے زیادہ دعائیں آئی ہیں۔ چند منتخب دعائیں آپ تک پہنچائی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح سے دین، دنیا اور آخرت میں عافیت سے رکھے اور تمام گناہوں سے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

شجرۂ منظومہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے

اور سب اصحاب و آلِ مجتبیٰ کے واسطے رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

سید محمود قادری طبیب وریٰ کے واسطے شاہ قمر الزماں ضیاء الھدیٰ کے واسطے

شاہ وصی اللہ باقی فالفنا کے واسطے مولوی اشرف علی شمسُ الھدیٰ کے واسطے

حاجی امداد اللہ ذُولعطا کے واسطے حضرت نور محمد پُرضیا کے واسطے

حاجی عبد الرحیم اہل غزا کے واسطے شیخ عبد الباری شہ بے ریا کے واسطے

شاہ عبد الہادی پیر ہدیٰ کے واسطے شاہ عضد الدین عزیز دوسرا کے واسطے

شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے شہ محبُ اللہ شیخ باصفا کے واسطے

بوسعید اسعد شہ اہل ورا کے واسطے شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے عبد قدوس شہ صدق و صفا کے واسطے

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے شیخ محمد عارف صاحب عطا کے واسطے

احمد عبد الحق شہ ملک بقا کے واسطے شہ جلال الدین کبیر اولیا کے واسطے

شیخ شمس الدین ترک باضیا کے واسطے شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے

شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے خواجہ قطب الدین مقتول دلا کے واسطے

شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے

شہ شریف زندنی بااتقا کے واسطے   خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

شاہ بویوسف شہِ شاہ وگدا کے واسطے   بو محمد محترم شاہ ولا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے   شیخ ابواسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے   بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہ صفا کے واسطے   شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے

شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے   خواجہ عبدالواحد ابن زید شاہ کے واسطے

شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے   ہادی عالم علی شیر خدا کے واسطے

سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے   یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

یاحق اپنے عاشقان باوفا کے واسطے   یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

کر رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے   کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

ہے عبادتوں کا سہارا عابدوں کے واسطے   ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے   اپنے لطف ورحمت بے انتہا کے واسطے

☆☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆☆

ڈاکٹر ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) توفیق ایزدی:

خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) چالیس اصلاحی مقالات:

گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلیٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) مجالس معرفت (جلد اول و دوّم):

’’خانقاہِ قادریہ‘‘ میں گذشتہ دس سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے ۲۰ بیانات کا مجموعہ ہے۔ دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔ مجالسِ معرفت کی پہلی جلد مارچ ۲۰۱۸ء میں پیش کی گئی تھی، الحمدللہ **’’مجالسِ معرفت (جلد دوّم)‘‘** پیش کی جارہی ہے۔

۴) ایمان اور کفر:

بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو درسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے

ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) الاربعینات:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث ،داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

۶) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہو رہے ہیں۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ چالیس بیانات کا مجموعہ ''خطباتِ قادریہ'' کے نام سے پیش کیا جارہا ہے۔ ائمۂ مساجد کے لئے جمعہ کے خطبے سے پہلے بیان کرنے کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس ''**خانقاہِ قادریہ**'' میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔ الحمدللہ یہ بھی کتابی شکل میں پیش کی جارہی ہے۔

ڈاکٹر سید محمود قادری کی زیرِ طبع کتابیں

۱) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہورہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں،نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ یہ تمام بیانات آپ کی ڈائریوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔چالیس بیانات کا مجموعہ **''خطباتِ قادریہ (جلدِ اول)''** کے نام سے قارئین کو پیش کیا جارہاہے۔انشاءاللہ اس کی کئی جلدیں تیار ہوں گی اور قارئین کے باصرہ نواز ہوں گی۔

۲) مجالس معرفت:

''خانقاہِ قادریہ، بیجاپور'' میں ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان میں جو بیانات ہوتے ہیں ان کی دوجلدیں **''مجالس معرفت (جلد اول ودوّم)''** آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ دس سال کے مجالس کے بیانات کا رکارڈ ڈاکٹر صاحب کے عزیز و مخلص رفیق جناب محمد اقبال انعمدار صاحب (وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونیر کالج بیجاپور) کے پاس موجود ہے۔انشاءاللہ دیگر جلدوں میں یہ بیانات پیش کیے جائیں گے۔

مولف کتاب ڈاکٹر سید محمود قادری کا مختصر تعارف

وظیفہ یاب گورنمنٹ میڈکل آفسر وطن: ضلع بیجاپور، ریاست کرناٹک

سلسلۂ نسب ۲۲ پشتوں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں عربی زبان سیکھ کر قرآن وحدیث کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے اور اسی زمانے میں دارالقرأت والدّینیات الکلیمیہ حیدرآباد سے تجوید کی سند حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے اکابر علماء سے خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلق رہا۔

طب کی (یم۔بی۔بی۔ایس) کی تکمیل کے بعد حفظ قرآن بھی کیا۔ شہر بیجاپور میں گذشتہ ۴۰ سال سے آپ کے خطبات اور قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد احقاق حق اور ابطال باطل کا بے مثال فریضہ انجام دیا اور تاحال انجام دے رہے ہیں۔

۲۰۰۵ء میں حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے خلافت واجازت سے سرفراز ہونے کے بعد ''خانقاہِ قادریہ'' قائم کی، جہاں پابندی سے مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ روزانہ ۱۰، ۱۲ گھنٹے دینی کتب کا مطالعہ ہے اور ۱۹۸۹ء سے (جب آپ کا تبادلہ گلبرگہ سے بیجاپور ہوا) ہر تین روز میں ایک ختم قرآن آپ کا معمول ہے۔ روزانہ چار مساجد میں آپ کے درس قرآن اور درس حدیث بھی پابندی سے ہو رہے ہیں۔ یہاں کے ہر خاص وعام کے لئے آپ کا وجود مسعود حجة اللّٰه فی الارض (زمین پر اللہ کی حجت) ہے۔

ایں سعادت بزور بازوے نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ماخوذ: از توفیقِ ایزدی)

جاری کردہ:

خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی جامع مسجد وجئے پور (کرناٹک)